ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

جنوری 2006ء

لبیک اللھم لبیک

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامات

تعمیر پاکستان اور ہماری غفلتیں

سرپرستِ اعلیٰ کا فکر انگیز اداریہ



تحریک پاکستان کے شب و روز



قارئین الحقیقہ کو عید الاضحی مبارک

ماہ عید قربان اور قربانی

نعتِ سرورِ کائنات ﷺ

ذات نری رحمت ہی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
نام ترا راحت ہی راحت صلی اللہ علیہ وسلم
شوق ہے یا عزت ہی عزت صلی اللہ علیہ وسلم
یاد ہے یا جنت ہی جنت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر سو کالی کملی والا ، فرش پہ چرچا عرش پہ شہرہ
ذکر ہے یا رفعت ہی رفعت صلی اللہ علیہ وسلم
حکم نبی انصاف و مروت ، شرع نبی دستور محبت
دین نبی برکت ہی برکت صلی اللہ علیہ وسلم
کس نے بشر سے شر کو نکالا ، کس نے اسے انسان بنایا
کس کا پیام الفت ہی الفت صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی رفعت کو کیا جانے ، ان کی عظمت کو کیا سمجھے
عقل کہ ہے حیرت ہی حیرت صلی اللہ علیہ وسلم
ان کا کرم ہے بحرِ فراواں ، ان کی عطا ہے ابرِ بہاراں
ان کے تو ہے کثرت ہی کثرت صلی اللہ علیہ وسلم
حسن ہے ان کا حاصلِ امکاں عشق ہے ان کا محورِ ایماں
درد ان کا صحت ہی صحت صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے گدا بن کر تو ابھرو ، ان سے وفا کر کے تو دیکھو
زیرِ قدم دولت ہی دولت صلی اللہ علیہ وسلم
نقشِ لاثانی کو دیکھا تو آسی یہ نکتہ سمجھا
آلِ نبی شفقت ہی شفقت صلی اللہ علیہ وسلم

......پروفیسر محمد حسین آسی......

ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ جنوری 2006ء
جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 4

زیر سرپرستی
حضرت علامہ مولانا پروفیسر
محمد حسین آسی نقشبندی قادری

فہرست

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ نزد ... شکر گڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی ... فون 0542-451734
رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی ... شکر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس۔ ٦٢

کلمة الحقیقہ ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

ادارِیہ

تعمیر پاکستان اور ہماری غفلتیں

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

خدا کا شکر ہے کہ حال ہی میں او۔آئی۔سی (آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز) کا اجلاس ہوا اور اس میں صدر پاکستان کے منہ سے کچھ اچھی باتیں نکلیں جن سے ہمیں حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی، دراصل آج تک ان کے ارشادات اکثر و بیشتر پریشان کن اور ان کے عظیم منصب کے تقاضوں کے برعکس ہی رہے ہیں۔ فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینا اور نوجوان نسل کو آوارگی میں مبتلا کرنے کی ناپاک کوشش کرنا ان کیلئے قطعاً موزوں اور قوم کیلئے ہرگز مفید نہیں تھا، مگر انھوں نے یہ سب کچھ بڑی ڈھٹائی سے کیا اور کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ واللہ ہم انھیں اصل قریشی سمجھتے تھے مگر افسوس انھوں نے دور حاضر کا 'قریشی' بننا پسند کیا۔ ہم انھیں عظیم و غیور مسلمان جرنیل خیال کرتے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ وہ نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی اور غزنوی و غوری علیہم الرحمہ کی روایات کو زندہ کریں گے مگر انھوں نے ان کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے اپنے لئے جدید و مختلف 'جادۂ منزل' کا انتخاب کیا۔ ہمیں امید تھی کہ ان کے اقتدار سے اسلام کا تابناک ماضی پوری طرح نہ سہی، کچھ نہ کچھ ضرور لوٹ آئے گا مگر انھوں نے اس سے کوئی روشنی لینا اپنے مشن کے خلاف سمجھا۔ ہمارا اندازہ تھا کہ کرگل کے یہ عظیم کمانڈر صاحب پوری قوم کو جذبۂ جہاد سے سرشار کر دیں گے، مگر انھوں نے جذبۂ جہاد ہی کو دلوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ یقیناً صدر صاحب ایک انقلابی شخصیت ہیں مگر افسوس ان کا انقلاب نہایت تاریک، مضر اور گمراہ کن ہے۔ انھوں نے جس جس طرف رخ کیا، ویرانی و تباہی پھیلاتے گئے۔ اس پس منظر میں جب ہم نے او۔آئی۔سی کے اجلاس میں ہونے والی ان کی تقریر سنی تو واقعی بڑی خوشی و حیرانی ہوئی۔ انھوں نے عالم اسلام کے مسائل کا تجزیہ بھی درست کیا اور تنظیم کو فعال بنانے کیلئے تجاویز بھی بہت مناسب دیں۔ تقریر سنتے یا پڑھتے ہوئے تو وہی کیفیت ہوئی جس کا نقشہ غالب نے یوں کھینچا ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

حرم شریف سے واپس آ کر انھوں نے کالا باغ ڈیم بنانے کا عندیہ دیا تو پورا ملک بھانت بھانت کے نعروں سے گونجنے لگا۔ پنجاب کے سوا باقی تینوں صوبوں کے بہت سے سیاسی لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور حکومت کو دھمکیاں دینے لگے۔ ایک طرف صدر صاحب نے اتفاق رائے کو ضروری سمجھا ہے تو دوسری طرف قوم کے یہ نمائندے اپنی اہمیت یوں منوانا چاہتے ہیں کہ اسے بننے ہی نہ دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ڈیم پاکستان

کیلئے ازحد ضروری ہے اور اگر یہ نہ بنا تو چند سال تک ملک بنجر ہو جائے گا۔ چونکہ یہ مفید ہے اور اس پر ملک کی خصوصاً زرعی و معاشی بقا کا انحصار ہے، ملک کے دشمن اس کے راستے میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ اس لئے کہ انھیں ایسی ہر چیز سے بیر ہے جو ملک و ملت کے فائدے میں ہو۔ یہ ان کی گندی فطرت کا تقاضا ہے کہ بھارت میں جتنے ڈیم بھی چاہیں بنیں حتیٰ کہ کشمیر میں ڈیم بنا کر چناب اور جہلم وغیرہ کو خشک بھی کریں تو یہاں ان کے 'سانپوں' اور 'بچھوؤں' کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ یہ بھارت کے ایجنٹ ہیں۔ ہاں اپنی قوم اور اپنے ملک کے یہ بدخواہ ہیں اور یہ بدخواہی ان کی زندگی کا ناپاک سرمایہ ہے۔

ہمیں ایسے بدبختوں کے طرز فکر و عمل پر کوئی حیرت نہیں، کیونکہ غدار ہوتا ہی وہ ہے جو اپنی قوم کا دشمن ہو اور دشمن قوم کا دوست ہو، سوال یہ ہے کہ اتنے وسیع پیمانے پر مخالفت کی یہ جرأت ان مخالفین کو ہوئی ہے آخر اس کا سبب کیا ہے۔ کیا یہ وہی صوبہ نہیں جہاں مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو کر کانگریسیوں کو شکست فاش دی تھی۔ کیا اس وقت صرف پنجاب نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا اور دوسرے صوبوں کی رائے عامہ اس کے خلاف تھی، نہیں ایسا ہرگز نہیں، کوئی شک نہیں ہر صوبے میں کانگریسی اور قوم پرست علماء موجود تھے، مگر قوم کا اجتماعی ضمیر بیدار تھا کہ کوئی شیطان انھیں بہکانے میں کامیاب نہ ہو سکا اور علماء و مشائخ اہل سنت کی شبانہ روز مساعی نے مسلم لیگ کو غالب اکثریت سے کامیاب کرایا۔ پھر پاکستان بن گیا تو حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ تو اپنے رب کو پیارے ہو گئے اور علماء و مشائخ کے پیش نظر چونکہ اخلاص تھا اور انھیں حکومت و اقتدار کے حصول سے کوئی غرض نہیں تھی، پھر مسلم لیگ کے دوسرے لیڈر جن کا تحریک پاکستان میں بھی خاص کردار نہیں تھا اکثر و بیشتر مادی و دنیوی مفادات تک محدود ہو گئے۔ اور تحریک کے مخالفوں کو اقتدار تک پہنچنے کا راستہ مل گیا۔ نتیجہ یہ نکلا بقول عبدالرب نشتر

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

جس طرح عیسائیوں کی عالمی بیداری کا سبب صلیبی جنگوں میں ان کی شکست فاش تھی اسی طرح پاکستان و اسلام کے ازلی دشمن تحریک پاکستان میں ناکامی سے زیادہ بددل نہیں ہوئے، بلکہ انھوں نے جب اس 'پاکستان' کو جو ان کی مرضی کے خلاف معرض وجود میں آیا تھا صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناپاک کوششیں شروع کر دیں۔ گاندھی جیسے مشرک کے گلے میں ہار ڈالنے والے بوڑھوں نے مشائخ طریقت کا روپ دھار لیا، قوم پرست ملاؤں نے مدرسے کھول لئے اور قوم کو غافل پا کر یہاں نئی نسل کے ذہنوں کی تشکیل کرتے ہوئے کلاشنکوف کلچر کا تعارف بھی کرا دیا، شکست خوردہ سیاست کے بانی مگر بھی اپنی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مخلصین گھٹتے گئے اور مفسدین بڑھتے گئے۔ یہ سب کچھ دلیری سے ہوتا رہا مگر قوم نے آنکھیں بند رکھیں۔ چونکہ حکومت کے تخت پر براجمان ہونے والوں کو عموماً ملک کے استحکام سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ تو دولت و اقتدار کے چکروں میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے ان طوفانوں کو روکنے والا کوئی نہیں تھا، چنانچہ غداروں کی اسی قوت نے ۱۹۷۱ء میں وطن عزیز کو دو لخت کر دیا۔

قوم کے بہی خواہوں نے اس سے بھی کوئی سبق نہ سیکھا اور پاکستان کے تحفظ کے لئے کوئی جامع منصوبہ نہ بنایا۔ بھٹو صاحب کی برکت سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سوشلزم کا تعارف بھی ہو چکا تھا اور کمیونسٹ لوگ حشرات الارض کی طرح اپنے اپنے بلوں سے نکل آئے تھے۔ گویا یوں اسلام اور پاکستان کے دشمن اور بھی منظم ہوتے گئے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کا دور حکومت شروع ہوا۔ جنرل صاحب اسلام کے بارے میں غیر مخلص نہیں تھے، وہ دل سے یہاں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے تھے مگر افسوس انھیں بھی یہ جرأت نہ ہو سکی اور ملکی حالات میں کوئی نمایاں فرق نہ آیا بلکہ ایم۔ کیو۔ ایم جیسی پاکستان دشمن جماعت بھی زیادہ تر اسی دور میں منظم ہوئی۔ پاکستان، قائداعظم اور اقبال کو گالیاں دینے والوں کا جوش و خروش بھی بڑھتا رہا۔ جناب نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کا دور شروع ہوا تو اندر ہی اندر اسلام دشمن لوگ مزید منظم ہوتے گئے۔ انھوں نے خاص روضۂ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری کے وقت کھلے لفظوں میں اسلام نافذ کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر پھر بھی مصلحتوں کا شکار ہو گئے بلکہ کتنے تعجب کی بات

(His Masters Voice)

جذبۂ جہاد سے سرشار کرنے کی کوشش کریں اور پاکستان کی داخلہ وخارجہ پالیسی کو اسی بنیاد پر استوار کریں۔ جن ملکوں میں مسلمانوں کی دلآزاری کیلئے حضور اصل موجودات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی بے ادبی کی جاتی ہے، ان سے سفارتی تعلق منقطع کریں۔ ڈنمارک کے شیطانوں نے اپنی حکومت کی سرپرستی میں جو کچھ کیا ہے، اس کی بنا پر اس سے بھی سفارتی تعلقات منقطع کریں، بلکہ چاہیے تھا کہ او۔آئی۔سی کے اجلاس میں تمام اسلامی ممالک کو ایک قرارداد کے ذریعے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی جاتی اور سب مل کر ڈنمارک سے تعلق توڑ دیتے۔

خود پاکستان میں جو لوگ اسلام، پاکستان، قائد اعظم اور حضرت حکیم الامت اقبال جیسی شخصیتوں کے بارے میں بکواس کریں، ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے اور وہ جو اب حکومت میں بیٹھ کر اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں انہیں بیک بینی و دو گوش باہر نکالا جائے۔ ہاں ہاں اگر کوئی صدر پاکستان کی نظریاتی اساس سے مخلص نہیں اور معاذ اللہ اسی کو ختم کرنا چاہتا ہے تو ہم اسے صدر نہیں، غاصب سمجھتے ہیں اور جو وزیر اس کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے، اسے ہم وزیر نہیں، خنزیر سے بدتر سمجھتے ہیں۔

......ایک کتا اور بھونکا......

ایسا ہی ایک 'مخزن' موجودہ وفاقی وزیر تعلیم ہے جس کی تمام انقلابی ہدایات خود تعلیم کا بیڑا غرق کر رہی ہے۔ اس کی کارروائیوں سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بش جیسے ملعونوں نے مخصوص مقاصد کے تحت زید وجلال کی طرح اسے مشرف پر مسلط کیا ہوا ہے۔ ہاں ہاں مضمونوں، نمبروں اور امتحانوں کے بارے میں اس کی کوئی بات بھی نقصان سے خالی نہیں۔ مگر خصوصاً اسلام کے ساتھ اس کی دشمنی تو سب سے زیادہ نمایاں اور دلآزار ہے۔ ابھی پچھلے دنوں اس نے یہاں تک بکواس کر دی کہ

"ماضی کی حکومت نے تعلیمی اداروں کو تو میا کر اور ان میں اسلامائزیشن لا کر تعلیم کا بیڑا غرق کر دیا" (نوائے وقت ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵)

بتائیے اس سے بڑا شیطان کون ہوگا جو شیطان زادہ سمجھتا ہے کہ اسلامائزیشن سے بیڑا غرق ہوتا ہے، او کتے! اسلامائزیشن نے نہیں تیرے جیسے 'کتوں' نے اسلام کے خلاف بھونک بھونک کر اپنا بیڑا غرق کیا ہے۔ اے اسلام دشمنوں کے خریدے ہوئے بکاؤ! جن شیطانوں کو خوش کرنے کیلئے تو خرافات بکتا ہے، ان کا اپنا اقتدار خود متزلزل ہے اور کون پاول جیسے لوگ بش جیسے فرعونوں کو ملکی تباہی کا پیش خیمہ قرار دے رہے ہیں۔

مشرف کو چاہیے اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہتا ہے اور ہماری دعا ہے کہ ایسا ہو تو اس قسم کی خبیث ارواح کو وزارت کی بجائے موت کی کال کوٹھڑی میں بھیج دے۔ مسجدیں شہید کر کے گوردوارے تعمیر کرنے والے 'غداری' کے مرتکب ہیں اور یہ دلیر ہیں کہ ان کے خیال میں مسلمان سوئے ہوئے ہیں۔ ہاں ہاں یہ حضور ﷺ کی امت ہے، انشاء اللہ جلد بیدار ہوگی اور اسلام آب وتاب کے ساتھ پاکستان ہی میں نہیں دنیا میں چھا جائے گا۔ اسلام کے خلاف بکنے والوں کو عذاب الٰہی گھیرنے والا ہے۔ قبر کے اندر غضب الٰہی کے سانپ انہیں نوچتے ہوں گے اور قبر کے اوپر جوتوں کی برسات ہو رہی ہوگی۔ بالیقین یورپ اور امریکہ میں جہاں اسلام کے خلاف بے سروپا پروپیگنڈا جاری ہے، اسلام اسی طرح پھیل رہا ہے جس طرح فرعون کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہوئی تھی۔ وہاں اسلام کی اس ہر دلعزیزی سے 'کتے' خائف ہیں۔ واقعی مولانا روم نے سچ فرمایا

مہ فشاند نور وسگ عوعو کند　　ہر کسے بر فطرت خودی تند!

میں نے عرض کیا ہے۔

دیکھ لو کتے ہیں کیا کیا بھونکتے　　پھر بھی انساں کیوں نہیں ہیں چونکتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط: 16

تحریر: مولانا محمد حسین آسی

گزشتہ قسط میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ بتایا جائے گا کہ مسلمان کی فطرت میں خصوصی طور پر رحم کی وجہ کیا ہے اور اسلام نے رحم کی اہمیت کس کس انداز میں بیان فرمائی ہے۔ سو حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کی فطرت سراپا رحمت اس لئے ہے کہ اسلام خود دین رحمت ہے۔ اس نے جس معبود واحد و یکتا کا عقیدہ دیا وہ اللہ ارحم الرحمین ہے اور اس کی اپنی کتاب کی اولین آیت ہی میں اس کا تعارف الرحمٰن اور الرحیم کے دو مبارک صفاتی ناموں سے کرایا گیا ہے۔ الرحمٰن کا مختصر الفاظ میں مفہوم ہے "عام مخلوق پر عام رحمت فرمانے والا" اور الرحیم کا یہ کہ "خاص مخلوق پر خاص رحمت فرمانے والا"۔ گویا رحمت خاص ہو یا عام اسی ارحم الرحمین (یعنی تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم فرمانے والا) کی طرف سے ہے اور مخلوق خاص ہو یا عام اسی کی رحمت کی محتاج ہے۔

اب مولا کریم جل مجدہٗ کے چند اسماء الحسنیٰ اور ان کے اندر سے اس کی رحمت کے اعلانات سنتے جایئے۔

وہ اَلرَّءُوْفُ (نہایت مہربان) اَلسَّلَامُ (سلامتی دینے والا) اَلْمُؤْمِنُ (امن عطا فرمانے والا) اَلْمُهَيْمِنُ (نگہبان) اَلْجَبَّارُ (ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا) اَلْخَالِقُ (عدم سے وجود میں لانے والا) اَلْغَفَّارُ (بے حد بخشنے والا) اَلْوَهَّابُ (بے حد بخشش والا) اَلرَّزَّاقُ (بہت سی نعمتیں دینے والا اور جسم و روح کو مناسب غذا دینے والا) اَلْفَتَّاحُ (انسان سے مصائب دور کرنے والا) اَلرَّافِعُ (بلند کرنے والا) اَلْمُعِزُّ (عزت عطا کرنے والا) اَللَّطِيْفُ (حقیقت بین و باریک بین و مہربان) اَلْحَلِيْمُ (حلم والا) اَلْغَفُوْرُ (گناہ و خطا چھپانے والا) اَلشَّكُوْرُ (قدر دان) اَلْحَفِيْظُ (حفاظت کرنے والا) اَلْمُقِيْتُ (روزی رساں) اَلْحَسِيْبُ (نگہبانی کرنے والا اور حساب لینے والا) اَلْكَرِيْمُ (جسے معاوضے کی ضرورت نہیں) اَلرَّقِيْبُ (حفاظت فرمانے والا) اَلْمُجِيْبُ (دعا قبول کرنے والا) اَلْوَاسِعُ (وسیع علم و قدرت والا اور فراخی دینے والا) اَلْوَدُوْدُ (اعلیٰ قسم کی محبت فرمانے والا) اَلْوَكِيْلُ (کارساز حقیقی) اَلْوَلِيُّ (کارساز و مددگار و دوست) اَلْمُحْيِيْ (زندہ کرنے والا) اَلْقَيُّوْمُ (پائندہ و قیام بخشندہ) اَلْبَرُّ (احسان فرمانے والا) اَلتَّوَّابُ (گنہگاروں کی توبہ بار بار قبول کرنے والا) اَلْعَفُوُّ (بار بار معاف فرمانے والا) اَلْمُغْنِيْ (بندے کو دوسرے بندے کی احتیاج سے بچانے والا) اَلْمُعْطِيْ (عطا کرنے والا) اَلنَّافِعُ (نفع کا مالک) اَلْوَارِثُ (مالک و مختار) اَلرَّشِيْدُ (رشد و ہدایت سے نوازنے والا) اَلصَّبُوْرُ (بردبار) اَلنُّوْرُ (ارض و سماء، قلب و نظر کو روشن کرنے والا)

یہ سب اسماء حسنیٰ پکار پکار کر اس کی رحمت کی دہائی دے رہے ہیں۔ اگر دوسرے اسماء پاک پر غور کیا جائے تو وہ بھی رحمت کے مفہوم سے خالی نہیں۔ مثلاً اَلْمُنْتَقِمُ (یعنی انتقام لینے والا) بھی ظالموں کو ظلم سے روکتا ہے، یونہی اَلضَّارُّ (نقصان پہنچانے والا)، اَلْخَافِضُ (پست کرنے والا) اَلْمُذِلُّ (ذلیل کرنے والا) جیسے مبارک نام بھی دراصل فرعون صفت غداروں، خونخوار سرکشوں اور بیباک متکبروں کو تنبیہ کرتے ہیں اور در پردہ اسی مالک

وملک سے ذرا کر اس کی مخلوق کو دشمنوں سے بچانے کا اہتمام کرتے ہیں۔
یہ تو چند اسمائے پاک ہیں، پھر اس کے کلام مبین کا مطالعہ کیجئے جا بجا اس کی رحمت افسردہ و پژمردہ دلوں کو تشفی و تسلی دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔
کہیں فرمایا

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:۱۵۶)
ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے

کہیں ارشاد ہوا

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ O (حم السجدہ:۴۶)
ترجمہ: اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا

اور پھر اس کا جواب ہی نہیں
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O (الزمر:۵۳)

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک قوم، ایک ملک، ایک نوع اور ایک جنس کا رب نہیں، بلکہ سب مخلوقات اور موجودات کا رب ہے۔
کتاب حکیم کھلتے ہی ام الکتاب کی اولین آیت جو فردوس نظر بنتی ہے وہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (الفاتحہ:۱)
سب حمد اس اللہ کیلئے جو سب عالمین کا رب ہے۔

چنانچہ کہیں فرمایا

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (الانعام:۱۰۱)
ترجمہ: اس نے ہر چیز کو پیدا کیا

اور کہیں ارشاد ہوا

هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام:۱۶۴)
ترجمہ: وہ ہر چیز کا رب ہے

ظاہر ہے یہ سب الفاظ وتراکیب اور آیات بینات اس تصور کو مضبوط کر رہی ہیں کہ اس کا کرم ساری مخلوق کے شامل حال ہے، وہی سب کو پیدا فرماتا ہے، سب اسی کا رزق کھاتے ہیں، اسی کی ربوبیت کے سب محتاج ہیں، حقیقت میں وہی سب کا مددگار، وہی سب کا حاجت روا، وہی سب کا مشکلکشا، وہی شافی امراض، وہی اولاد دالوں کو اولاد دینے والا، وہی گداؤں کو عزت وعظمت سے نوازنے والا، وہی گونا گوں نعمتوں سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ اگر باقی ہیں بھی تو سب وسائط ووسائل ہیں۔ گویا دنیا میں کوئی کسی کے کام آتا ہے تو اسی کے فضل سے، کوئی کسی کی حاجت پوری کرتا ہے تو اسی کے کرم سے اور کوئی کسی کی مشکل حل کرتا ہے تو اسی کی رحمت سے۔ وہی قادر ہے جس نے مشکلات پیدا کیں اور وہی حقیقی مشکلکشا ہے۔ جس نے اپنی مشکلکشائی کے مظہر کے طور پر اپنی مخلوق میں بعض کو بعض کا مشکلکشا کر دیا۔ یاد رکھیں یہ مشکلکشی اور حاجت روا مشکلکشائی اور حاجت روائی میں

اس کے شریک نہیں۔ بلکہ اس کے بندے اس کی تقدیر کے پابند اور اس کی رحمت کے مظہر ہیں۔

جو بندہ اس پر ایمان رکھتا ہے، وہ اس کی ذات وصفات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی صفات میں صفت رحمت نہایت ہی نمایاں ہے، لہذا فطرت ایمان کا تقاضا ہے کہ بندہ بھی اپنے ایمان کے درجے کے مطابق اس کی صفات خصوصاً صفت رحمت کا مظہر ہو۔ چنانچہ جو جتنا اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اتنا ہی رحیم وکریم ہوتا ہے اور جو جتنا اس سے دور یعنی ایمان وعرفان سے محروم ہے، اتنا ہی رحم وکرم سے بھی نا آشنا ہے اور فطرتاً ظلم وجور سے قریب ہے۔ اس کے برعکس خود غور فرمایئے پتھر کے بتوں، سمندروں، پہاڑوں، چاند سورج اور ستاروں جیسی بے شعور چیزوں کو خدا ماننے والے اس نورانی فطرت سے کیوں بہرہ ور ہو سکتے ہیں انھیں رحم وکرم سے کیا اور کیونکر واسطہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے پڑوس میں صدیوں سے گائے کی پوجا جاری ہے۔ انصاف کیجئے ان کی فکر کی بلندی اور کردار کی عظمت گائے کے موت اور گوبر سے آگے کیا بڑھے گی۔ ان کی طبع آوارہ وتاریک پر اگر 'حیوانیت' مسلط نہ ہو تو کیا ہو۔ اسی حیوانیت نے انھیں انسانوں کا دشمن بنا دیا ہے اور اسی کے زیر اثر وہ ہر سال ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اس لئے اتارتے ہیں کہ وہ گائے کا موت کیوں نہیں پیتے۔ انسانیت کے نقطۂ نظر سے یہ بات کتنی عجیب ہے کہ جس 'ذوق وشوق' سے گائے کے خون کی حفاظت کرتے ہیں، اسی 'ذوق وشوق' سے وہ انسانوں کا خون بہاتے ہیں۔ مسلمان ایسا نہیں کر سکتا کہ اس کی فطرت میں انسانیت ہے اور رب رحیم ورحمن کو پوجنے کی وجہ سے اس میں بھی رحمت آ گئی ہے۔ ماضی کی تاریخ ہی نہیں، زمانہ حال میں بھی اس حقیقت کو ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ یاد رہے توحید کا عقیدہ خود انسانیت کی 'توحید' کا منبع ہے۔ اللہ کو ایک ماننے والا ساری انسانیت کو بھی 'ایک' ہی سمجھتا ہے۔ اسی لئے بندۂ مومن نسل ورنگ وغیرہ کی تمیز کو لایعنی اور بے مقصد خیال کرتا ہے۔ اس عقیدہ وتصور سے وہ ظلم وستم کرنے سے فطرتاً دست کش رہتا ہے۔ بلکہ اس کی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ ہاں وہ لوگ جنھیں اللہ کی توحید پر ایمان نہیں، انسانی وحدت کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں اور جب وہ انسانی وحدت ہی کے تصور سے نا آشنا ہیں تو رحم وکرم سے کیونکر آشنا ہوں گے۔ لسان العصر حضرت اکبرؔ الہ آبادی علیہ الرحمہ نے اپنے مخصوص رنگ میں جو فرمایا ہے، اس کا یہی پس منظر ہے۔

یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں | جس کے سر پہ جو چاہیں تہمت دھر دیں
بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر | تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کر دیں

یہی حال یہودیوں کا ہے جو اکثر ثنویت (یعنی دو خداؤں) کے قائل رہے ہیں اہل کتاب ہونے کے باوجود یہ لوگ توریت وزبور وانجیل کی تعلیمات کے برعکس شرک میں گرفتار ہوئے اور دیدہ دلیری یہ کہ اپنے ہاتھ سے من مانی باتیں لکھ کر انھیں الہامی کتابیں قرار دیتے رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرات موسیٰ، داود وعیسیٰ علیہم السلام بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے مگر اس کے باوجود یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی بشارت وانجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتایا اور یوں فرمایا ہو "مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں" (متی ۱۵ باب ۲۱ تا ۲۷ ورس)

ہم یہ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالی کے پاک پیغمبر علیہم السلام زیادہ نہ سہی، اپنی قوم کیلئے ہی سہی، تحسین اخلاق یا تعیین حقوق یا اصلاح معاشرہ کی کوئی بات نہ کرتے ہوں۔ ہمارے قرآن پاک نے اس پاک گروہ کے بارے میں یہ تاثر نہیں دیا۔ جا بجا ان کے ایمانی واخلاقی مواعظ آیات نور میں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ان کتابوں میں عموماً یہ بات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ آسمانی کتابیں محفوظ رہیں اور نہ ان کی تعلیمات۔ خود ساختہ مرویات کو انبیاء کرام علیہم السلام سے منسوب کیا گیا اور اس 'جرم' نے ان کی فطرت ہی کو مسخ کر ڈالا، چنانچہ انھیں اللہ کی رضا سے کوئی سروکار رہا نہ ایمان واخلاق سے۔ رحم وکرم کا باب تو گویا ان کی کتاب فطرت ہی سے خارج ہو گیا۔ چنانچہ یہودیوں کا زور چلا تو انھوں نے عیسائیوں پر مقدور بھر بدترین ظلم کیا اور عیسائیوں کا بس چلا تو انھوں نے بھی وحشت وبربریت کا 'حق' ادا کر دیا۔ انسانوں کو جلایا، ان کے معبودوں کو تباہ وبرباد اور کتب خانوں

کو نذر آتش کیا۔ یہی نہیں ایک ہی مذہب کے پیروکاروں نے فرقہ واریت کے جوش میں آکر دوسرے فرقوں کے ساتھ بھی ظلم وتشدد کا یہی سلوک روا رکھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی بیدردی آج بھی اپنے پورے عروج پر ہے۔ بش جو امریکہ کا شیطان اکبر ہے، دنیا کا حیوان اکبر ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھیں، آج جب امت اسلامیہ اپنے مذہب سے دور ہو چکی ہے، گنہگار سے گنہگار مسلمان کسی بھی انسان پر ایسا ظلم نہیں کر سکتا جو آج سے کئی صدیاں پہلے کے نیک سے نیک پادری اپنے ہم مذہب لوگوں اور دوسرے انسانوں پر کرتے آئے ہیں۔ آج کیلاش ان تمام پادریوں کی نمائندگی کر رہا ہے تو یہ بھی اس کے پادری زادہ ہونے کی دلیل ہے۔

الحمدللہ مسلمان منتشر رہا ہو تو بھی بش کے ظلم کا شاید دسواں بیسواں اور سینکڑواں حصہ بھی (ظلم) نہ کر سکے۔ اور جو کتاب وسنت کی روح سے جتنے قریب ہوتے ہیں وہ اتنے سراپا شفقت اور پیکر رحم وکرم ہوا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہوں کہ فطرت ہی رحمت کی مظہر ہے، اور اس کا باعث ان کے رب کا ارحم الراحمین اور رحمٰن ورحیم ہونا ہے جیسا اوپر گزرا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جس آقا ومولا علیہ التحیۃ والثناء کی امت میں شامل ہیں وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔ سارے جہان پر رحمتوں کی بارش فرمانے والا، اللہ ارحم الراحمین کا نائب اکبر اور مظہر رحمت جو گویا عالمین کی بگڑی بنانے اور ان کی حاجت روائی کیلئے ہی مبعوث ہوا ہے۔ حق یہ ہے کہ اسی محبوب ارحم واکرم ﷺ نے دنیا کو نہایت احسن واکمل طریقے سے رحمت وشفقت سے آشنا کیا۔ یوں سمجھئے ان کا رب خدائے رحمت، خود نبی رحمت، ان کا دین دین رحمت، ان کی کتاب کتاب رحمت اور تعلیم تعلیم رحمت ہے۔ ہاں! ان کے دین کا نام ہی اسلام ہے جس کا ایک معنی ہے امن وسلامتی، گویا پیغمبر اسلام دراصل پیغمبر امن وسلامتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی اسلام گیا، جبر وتشدد، ظلم وستم، وحشت وبربریت قصۂ پارینہ بن گیا اور ہر طرف امن وسکون کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگیں۔ اور انہیں ماننے کا نام ہی ایمان ہے، اور ایمان بھی ایک اعتبار سے امن وامان ہی تو ہے۔

آیئے مسلم ومومن کا مفہوم دیکھنے سے پہلے جیسے اللہ کریم کے اسماء الحسنیٰ میں اس کی رحمت وعنایت کے جلوے دیکھے ہیں یونہی اس کے حبیب اکرم وارحم ﷺ کے اسماء کریمہ کے آئینے میں اس کی برکت وشفقت کے انوار سے روشنی حاصل کریں۔ انہیں دلائل الخیرات شریف میں دیئے گئے دو سو ایک اسماء النبی ﷺ سے منتخب کیا گیا ہے۔ ان سب کا اعلان ہے کہ اللہ جل مجدہ کے بعد سب پر سب سے زیادہ مہربان حضور پر نور ﷺ ہیں اور مخلوق کا گویا ہر فرد ہی رسول ﷺ کا سائل ومحتاج ومسکین ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ سَیِّدٌ (سردار اور ملجا وماویٰ) سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ (تمام رسولوں کے سردار اور مرجع) سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ (دونوں جہان کے سردار اور فریادرس) رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ (پیغامبر رحمت) رَسُوْلُ الرَّاحَةِ (پیغمبر راحت) نَبِیُّ الرَّحْمَةِ (نبی رحمت) رَحْمَةٌ (سراپا رحمت) اَجِیْرٌ (دوزخ سے بچانے والے) قَیِّمٌ (کائنات کا سربراہ اور باعث قیام) مُحْیِی (زندہ فرمانے والے) مُنْجٍ (نجات دہندہ) نَاصِرٌ (مددگار) نَبِیُّ التَّوْبَةِ (توبہ قبول کرانے والے) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (اے انسانو تمہاری بھلائی کے حریص) مُبَشِّرٌ (خوشخبریاں دینے والے) نَذِیْرٌ (رب کے عذاب سے ڈرانے والے) نُوْرٌ (نوری نور) سِرَاجٌ (آفتاب) مِصْبَاحٌ (روشن چراغ) ھُدًی (سراپا ہدایت) مُنِیْرٌ (دوسروں کو نور بنانے والے اور کائنات کے قلب وروح کو منور کرنے والے) اَمِیْنٌ (امانت رکھنے والے) کَرِیْمٌ (پیکر عز وکرم) بُشْرٰی (مژدۂ فوز وفلاح) غَوْثٌ (فریادرس) غَیْثٌ (باعث رحمت) غِیَاثٌ (سب کا فریادرس) نِعْمَةُ اللّٰہِ (اللہ کی نعمت غیر محدود) ھَدِیَّةُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کا تحفہ) جَبَّارٌ (ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والے) مُشَفَّعٌ (مقبول الشفاعت) شَفِیْعٌ (شفاعت فرمانے والے) مُصْلِحٌ (اصلاح فرمانے والے) مُھَیْمِنٌ (حفاظت فرمانے والے) بَرٌّ (سب کے محسن) مَبَرٌّ (سراپا احسان وکرم) نَاصِحٌ (خیر خواہ) نَصِیْحٌ (نصیحت کرنے والا) وَکِیْلٌ (کارساز) کَفِیْلٌ (ضامن) شَفِیْقٌ (مہربان) کَافٍ (دونوں جہان میں کافی) بَالِغٌ (بلند مراتب تک پہنچانے والے) شَافٍ (شفا بخشنے والے) وَاصِلٌ (ملانے والے) ھَادٍ (ہادی) مَھْدِیٌّ (سب کے رہبر) فَاتِحٌ (باب رحمت کھولنے والے) مِفْتَاحٌ (اسرار ورموز کی مفتاح) مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ (رحمت حق کی مفتاح) مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ (جنت کی مفتاح) دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ (بھلائی کے رہنما)

مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ (نیکیوں کی تصحیح فرمانے والے) مُقِيلُ الْعَثَرَاتِ (درگزر کرنے والے) صَفُوحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ (خطاؤں کو معاف فرمانے والے) صَاحِبُ الْوَسِيلَةِ (وسیلے کے مالک) رَءُوفٌ (بہت زیادہ مہربان) رَحِيمٌ (بہت بڑے رحم والے) نِعْمَةُ اللہِ (سرچشمہ نعمت) سَعْدُاللہِ (اللہ کی برکت) سَعْدُ الْخَلْقِ (مخلوق کیلئے سراپا برکت) كَاشِفُ الْكُرَبِ (جملہ مصائب دور کرنے والے) رَافِعُ الرُّتَبِ (مراتب بلند کرنے والے) صَاحِبُ الْفَرَجِ (ہر کشادگی کے مالک)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

حضور پر نور ﷺ کے دلائل الخیرات میں جو اسمائے گرامی درج کئے گئے ہیں، ان کی تعداد دو سو ایک (۲۰۱) ہے مگر ان کے علاوہ بھی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ہے (یونہی اللہ کریم کے اسماء الحسنیٰ جو حدیث پاک میں وارد ہیں، ننانوے ہیں مگر یہ بھی ان کی پوری تعداد نہیں۔ یہ تو وہ ہیں جن کے ورد کرنے والے سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں اگر کوئی شخص جنت میں جانا چاہتا ہے تو روزانہ ورد کرنے کیلئے اسے یہ کافی ہیں اب حضور ﷺ ان چند اسمائے شریفہ سے تو مضمون رحمت کے بالکل نمایاں ہے، ان کے علاوہ دوسرے اسمائے پاک پر بھی غور کریں تو اس چاشنی سے خالی نہیں۔

پھر آیئے اس نقطۂ ایمانی کی طرف کہ جو بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے، اس کے فکر و نظر میں اس کے ایمان و اسلام کے درجے کے مطابق ضرور انقلاب آجاتا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے سنئے مومن اور مسلم کی تعریف زبان رسالت مآب ﷺ سے۔ سو مومن کی بابت فرمایا

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ (نسائی شریف)

ترجمہ: مومن وہ ہے جس سے دوسرے مومنوں کی جانیں اور مال محفوظ ہوں

دوسرے مقام پر فرمایا

وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (بخاری شریف)

ترجمہ: بخدا وہ شخص مومن نہیں، بخدا وہ شخص مومن نہیں، بخدا وہ شخص مومن نہیں، پوچھا گیا کہ کون یارسول اللہ ﷺ؟ تو آپ نے فرمایا وہ شخص جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔

قرآن پاک نے اہل ایمان کے بارے میں یہی تصور دیا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات)

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں

آیئے اب نہایت اختصار سے مسلم کی تصویر و تعبیر دیکھیں ارشاد ہوا ہے

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری شریف)

ترجمہ: (سچا اور کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے (مسلمان) محفوظ رہیں۔

پھر فرمایا!

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ (مسلم شریف)

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔

شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی خدمت اور انہی کے ساتھ حسن سلوک پر سارا زور دیا جا رہا ہے، باقی نوع انسانی

کے ساتھ رحم و کرم اور شفقت و خدمت کی کوئی حد بیان نہیں کی [illegible]
دوسرے انسانوں کی خدمت بھی بے فائدہ نہیں۔ انسان ہی نہیں، اور دوسری ساری مخلوق اپنے حضور ﷺ [illegible]
ہے۔ یہ تصور سارے انسانوں (بلکہ ساری مخلوق) کا رب بھی ایک ہے اور سب انسانوں کا باپ بھی [illegible]
ہاں اس پر تو مہر ثبت ہے اور یہ تو سب سے پہلی حق کا خاص [illegible]
کے دن میں اللہ کی اور کوشش کے متعلق ایک خطبے میں حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

اما بعد یا ایہا الناس الا ان ربکم واحد، الا وان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی
علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی

ترجمہ: اے لوگو! خبردار تمہارا پروردگار ایک ہے، کان کھول کر سن لو تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خوب سن لو کسی عربی کو کسی
عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر فضیلت
ہے، تقویٰ سے۔

انسانوں کا خدا بھی ایک جس نے سب انسانوں کو ایک باپ سے پیدا کیا، اور انہیں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا یہ حدیث ہی میں نہیں،
قرآن پاک میں بھی مذکور ہے۔

یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (النساء ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

چونکہ سب انسانوں کی اصل ایک ہے، لہٰذا ناحق کسی انسان کو قتل کرنا ساری انسانیت کا قتل ٹھہرایا گیا اور کسی ایک انسان کی زندگی بچانے کو
سب انسانوں کی زندگی بچانے کے مترادف ٹھہرایا گیا، ارشاد ہوتا ہے:

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل
الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدہ ۳۲)

ترجمہ: اس (قابیل اور قاتل کے واقعے) کے سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے بغیر قصاص کے یا زمین
میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے بغیر (ناحق) کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے بچا لیا تو
اس نے گویا سب لوگوں کو۔

اب آیئے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی احادیث مبارکہ کی طرف، ان میں بھی اہل ایمان ہی نہیں، پوری انسانیت بلکہ پوری مخلوق کی
خدمت پر زور دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس (بخاری شریف، مسلم شریف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا

اور سنئے

الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد شریف، ترمذی شریف)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر مہربانی کرو، آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا۔

من فی الارض (یعنی جو بھی زمین میں ہے) پر غور کیجئے کیا کوئی زندہ انسان اس سے باہر ہے؟

ایک اور ارشاد عالی میں اچھے لوگوں اور برے لوگوں کی پہچان کیلئے ایک معیار دیا گیا ہے

خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهٗ (ترمذی شریف، بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: تم میں اچھے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید ہو، اور برائی کا خطرہ نہ ہو اور تم میں برے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ رہتا ہو

یہ ہے وہ تعلیم رحمت جس کے ذریعے نبی رحمت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے انقلاب رحمت رونما کیا۔ فرمایئے کیا اس میں مسلمانوں کو مخصوص کیا گیا ہے۔

اور سنیے

مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلَاثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَّاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیہقی شریف)

ترجمہ: جس نے کسی مظلوم کی فریادرسی کی تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے تہتر مغفرتیں لکھ دیتا ہے جن میں سے ایک اس کے تمام کاموں کا درست رہنا ہے اور باقی بہتر قیامت کے روز اس کیلئے درجات ہوں گے

آپ آگے بڑھیں، مرد مومن کو تاکید کی گئی ہے کہ ساری مخلوق کی خدمت کرے اور شفقت و رحمت سے پیش آئے۔ ارشاد عالی ہوتا ہے۔

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ (بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا گھرانا ہے۔ پس مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اُس کے گھرانے سے اچھا سلوک کرے

بارے ہاں اللہ تعالیٰ کنبے اور گھرانے کے تصورات سے برتر و بالا اور پاک و منزہ ہے۔ خدمت خلق کی اہمیت سمجھانے کیلئے بتایا جا رہا ہے کہ جیسے کسی کنبے والے کو اپنے کنبے سے محبت ہوتی ہے اور اگر کوئی اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرے تو صاحب کنبہ کا وہ محبوب بن جاتا ہے، یونہی کوئی بھی مخلوق سے اچھا سلوک کرے تو وہ خالق کا محبوب بن جاتا ہے۔

ہم یہاں اس قسط میں زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ ان شاء اللہ ہم آگے موقع کی مناسبت سے کسی حد تک تفصیل سے بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے انسانیت کے مظلوم و مقہور طبقات کی کیا خدمت کی اور انہیں کیا کیا حقوق دے کر ظالموں اور فرعونوں سے نجات دلائی۔ مثلاً غلاموں، یتیموں، عورتوں، کسانوں، مزدوروں وغیرہم کے دن ظہور اسلام سے قبل کس طرح گزرتے تھے اور اسلام نے انہیں کیا کیا عزتیں، عظمتیں، سطوتیں اور راحتیں بخشیں۔ ان حقائق کو سامنے رکھا جائے تو شیطان کے سپوتوں کے سوا کوئی ایک فرد بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ انسانیت کے دکھوں کا مداوا اسلام کے سوا کچھ اور بھی ہے اور کہیں اور بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے شیطان اس بات پر پورا زور لگا رہے ہیں کہ انسانوں کو فحاشی و عیاشی میں مبتلا کر کے دین حق سے دور کیا جائے اور غلط و بے سروپا پروپیگنڈے سے اسلام کو بالکل برعکس انداز میں پیش کیا جائے۔ پاکستان میں بش کے کتوں کا بھی یہی رویہ ہے۔ یہی سا ورکا بھی مقصد حیات ہے۔ ورنہ اسلام سراسر رحمت ہے اور مسلمان نقیب رحمت ہوتا ہے حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں۔

فطرت مسلم سراپا شفقت است

در جہاں دست و زبانش رحمت است

ترجمہ: مسلمان کی فطرت سراپا شفقت ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ اور زبان دنیا کیلئے باعث رحمت ہیں۔

پھر غور فرمایئے، اللہ رب العالمین کا خلیفہ اعظم اور رسول خاتم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں یعنی صرف مومنوں کیلئے ہی نہیں، سارے عالمین کیلئے رحمت ہیں۔ وہ اپنے رب رحمٰن کا مرآت ذات و صفات اور خصوصاً آئینہ رحمت ہیں انسان تو کجا کائنات کا ایک فرد بھی خواہ فرشتہ ہو، حور ہو، جن

ہو، نہ اللہ کی ربوبیت سے بے نیاز ہو سکتا ہے اور نہ دم بھر کیلئے رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت سے۔ کاش ہوش سے سنو دنیا کی کسی قوم نے نہ اللہ کے رب العالمین ہونے کا اعلان کیا اور نہ اپنے کسی ہادی کو رحمۃ للعالمین ﷺ کا نام دیا۔ اس لئے کہ تصور کیا ہی نہیں جاسکتا کہ رب العالمین دو ہو سکتے ہیں یا رحمۃ للعالمین دو (۲) ہو سکتے ہیں (یہ بھی قدرت کا ایک کرشمہ ہے) آپ احادیث کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کسی بھی مصیبت کے وقت، درگاہ رحمۃ للعالمین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی فریادی بن کر نہیں آئے، جنوں بلکہ کافروں تک نے بھی اس محبوب اکرم ﷺ ہی سے فریاد کی۔ فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان سے بڑھ کر کون دشمن ایمان تھا اسی روز ہی جب اہل مکہ قحط سالی کا شکار ہوئے اور مردار تک کھانے پر مجبور ہو گئے تو وہ (ابوسفیان) بھی کعبے کے اندر رکھے ہوئے اپنے تین سو ساٹھ (۳۶۰) خداؤں کو بھول گیا اور تقریباً تین سو میل کا فاصلہ طے کرکے رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ رحمت میں التجا و فریاد لے کر آیا اور پھر کیا ہوا نا کام نہ لوٹا، کام بن گیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت نے

ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں | ٹی نمیں جماتے یہ ہیں
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں | چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں | روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

انسان ہی نہیں حیوان اور پرندے تک انہیں سے حال غم عرض کرتے ہیں۔ اونٹ، چڑیاں، ہرنیاں اور کبوتریاں تک ان کو فریادرس سمجھتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد، ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتران ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

وصال شریف ہو گیا تو آج بھی در بدر کرم کی باران رحمت کا وہی حال ہے۔ چودہ سو (۱۴۰۰) سال بیت گئے مگر خزانوں میں کمی آئی نہ مانگنے والوں میں۔ سائلوں کی وہی بھیڑ اور مراد بخشیوں کا وہی عالم

مرادیں مل رہی ہیں شاد شاد ان کا سوالی ہے
لبوں پہ التجا ہے ہاتھ میں روضے کی جالی ہے

پھر اس محبوب کریم رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے غلاموں، وارثوں اور نائبوں کو بھی اپنی رحمت کا وارث بنا دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ جسے کچھ لینا ہے، وہ مرے غلاموں کے پاس آئے میں نے انہیں بھی خزانوں کا مالک بنا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

اُطْلُبُوا الْفَضْلَ عِنْدَ الرُّحَمَاءِ مِنْ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوْا فِیْ اَکْنَافِھِمْ فَاِنَّ فِیْھِمْ رَحْمَتِیْ (الاسن والعلی بحوالہ ابن حبان وغیرہ)

ترجمہ میری امت کے رحمدل لوگوں سے فضل، مانگو، ان کے دامن میں آرام پاؤ گے کیونکہ میری رحمت ہی سے اسی رحمت کی جلوہ گری ہے۔

کہ ان کے ایک وارث کو غوث الثقلین (جن و بشر فریادرس) ایک اور کو داتا گنج بخش (خزانے بخشنے والا) ایک اور کو غریب نواز اور ایک اور کو گنج شکر کہا جاتا ہے۔ ہاں ہاں دنیا ان گنج بخشوں اور غریب نوازوں کے مزارات پر جاتی ہے اور مرادیں پاتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہاں ہندوؤں، سکھوں تک کو جھولیاں پھیلاتے دیکھا ہے

در فضل بند جب تھا نہ اب کچھ | فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

صوفیۂ عظام قدست اسرارہم نے اسلام کی اسی تعلیم رحمت کو سینے سے لگایا اور چار دانگ عالم میں پھیل کر دین رحمت کی تبلیغ کی۔ ان کے نزدیک

طریقت بجز خدمت خلق نیست | بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ترجمہ: طریقت حقیقت میں خدمت خلق کے سوا کچھ نہیں۔ تسبیح مصلیٰ اور گدڑی کو طریقت سمجھنا غلط ہے

انہیں صوفیا کرام کے ترجمان حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند | کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوی بدرد آورد روزگار | دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگراں بے غمی | نشاید کہ نامت نہند آدمی

خدمت خلق کی بات چلی ہے تو سنئے ایک حدیث پاک جو بخاری اور مسلم شریف دونوں میں ہے، کا ترجمہ

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اسے شدید پیاس محسوس ہوئی اسے ایک کنواں نظر آیا۔ اس میں اترا اور پانی پیا، پھر جب باہر نکلا تو دیکھا ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکال رہا ہے اور مٹی کھا رہا ہے۔ اس شخص نے (جی میں) کہا کہ اس کتے کا بھی پیاس سے وہی حال ہے جو میرا ہو گیا تھا۔ وہ کنوئیں میں اترا اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اس کو اپنے منہ میں پکڑ کو کنوئیں سے باہر نکلا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے چوپاؤں (سے نیکی) کرنے میں بھی اجر ہے۔ فرمایا ہاں ہر جاندار سے ہمدردی کرنے میں اجر ہے (فِی کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ) (ریاض الصالحین بحوالہ صحیحین شریفین)

اب آخر میں ایک ارشاد نبوی اور ایک حیرت انگیز واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث پاک: حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ
وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ
وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ (بخاری شریف، مسلم شریف)

ترجمہ: جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے
اور جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے
(گویا جو حساب لینے والے اور حساب کے دن قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اسے کونسی طاقت و نصیحت نیکی پر مائل و مجبور کر سکتی ہے)

اب سنئے واقعہ: فتح مصر کے دوران فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک چھاؤنی سے کوچ کا حکم دیا۔ سپاہی خیمے اکھاڑنے لگے تو دیکھا فاتح مصر کے خیمے پر کبوتری نے آشیانہ بنا کر انڈے دے رکھے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ کبوتری ہماری ہمسایہ ہے۔ جب تک انڈوں سے بچے نکل کر اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں، خیمے کو بحال رہنے دو۔ آپ نے آشیانے پر ایک محافظ مقرر کر دیا۔ کچھ دن بعد جب واپس تشریف لائے تو خیمے کے گرد ایک شہر بسا دیا جس کا نام ہی فسطاط (خیمہ) رکھ دیا۔ یہ نام آج بھی اسلامی ہمسایہ نوازی کی یادگار ہے۔ (اسلامی نظام حیات)

ملاحظہ ہو حکیم الامت حضرت اقبال کا شعر

فطرت مسلم سراپا شفقت است | در جہاں است و زبانش رحمت است

اور درود و سلام بھیجئے اس جان رحمت، آن رحمت، شان رحمت اور جہان رحمت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر دست بستہ اور عرض کیجئے

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ یَا مُغِیْثَ الْمَسَاکِیْنَ

اتحاد ملت کی ضرورت وصورت

قسط: 35

پروفیسر محمد حسین آسی

(چند امور وضاحتیں)

عنوان کا مفہوم: اس مضمون کی قسط نمبر ۳۴ تیار ہو چکی تھی تو ایک دوست نے فرمایا کہ 'اتحاد ملت' کا عنوان دے کر اس کے تحت مختلف اشخاص پر جو تنقید کی جاتی ہے، وہ اس سے لگا نہیں کھاتی۔ میں نے عرض کیا'' آپ نے عنوان پر غور ہی نہیں فرمایا۔ عنوان 'اتحاد ملت' نہیں بلکہ اس کی ضرورت اور صورت ہے۔ اتحاد ملت کی ضرورت واہمیت تو یہ ہے کہ اس کے بغیر قوم پنپ نہیں سکتی اور اس کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اغیار و اعداء سے مقابلہ کرنا اتحاد باہمی کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ ملت کی موجودہ صورت حال نہایت پریشان کن ہے۔ بقول حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں / کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں!

ملت کا دشمن کون کون؟ ہر قوم کو متحد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان عوامل کا جو اس راہ میں حائل ہیں، پورے خلوص اور احتیاط سے تعین کرکے پہلے انہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جائے تا کہ وہ اس اتحادی مساعی کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ سوچئے

اتحاد ملت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا ہر ایسے کلمہ گو کو بھی اس کا فرمان لینا چاہئے۔ جو اس کے دشمنوں کا آلہ کار بن کر ملت میں انتشار پھیلانے کے لئے بیقرار رہتا ہو۔ کیا ماضی اس بات پر گواہ نہیں کہ بعض لوگوں نے کلمہ پڑھ کر ملت کو وہ نقصان پہنچایا جو کھلے منکر غیر بھی نہیں پہنچا سکے بلکہ اسلام کے کھلے دشمنوں نے زیادہ سے زیادہ فکری و عملی نقصان پہنچانے کے لئے انہیں غداروں کے ساتھ ساز باز کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ جل مجدہ کی قدرت کاملہ اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت واسعہ ملت کے شکستہ دل بے سہارا مخلصین کا ساتھ نہ دیتی تو شاید معاذ اللہ مسلمانوں کا نام ونشان ہی صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوتا۔ جھوٹی عقیدتوں کے منحوس طوق گلے سے اتار کر انصاف و دیانت سے غور کیجئے' پاکستان کا قیام امت مسلمہ کے لئے کتنا ضروری تھا اور اس باب میں انگریزوں اور ہندوؤں کا گٹھ جوڑ اہل اسلام کے لئے کتنا مہلک تھا۔ پھر ان دونوں قوموں کا مسلمانوں کے خلاف جذبہ انتقام ایسی حقیقت نہ تھی جو ماضی بعید کی تاریخ ہی سے معلوم ہو سکتی ہو بلکہ آنکھوں کے سامنے زمانہ حال میں بھی وہ جو کچھ نقصان پہنچا سکتے تھے پہنچاتے تھے۔ اس کے باوجود بھی ان کے پیچھے لگنا اور قوم کو ان کے پیچھے لگانے کی کوشش خود غرضی یا قوم کے ساتھ کیا دشمنی نہیں تھی۔ پھر قیام پاکستان سے چند سال قبل ایسا بھی ہوا کہ جن صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی وہاں مسلمانوں کے لئے جینا دوبھر ہو گیا۔ یہ گویا قدرت کی طرف سے سنبھلنے اور سمجھنے کا ایک موقع فراہم کیا گیا تھا چنانچہ بہت سے مسلمان جو کانگریس کے جھانسے میں آ چکے تھے، اس صورت حال سے گھبرا گئے اور انہوں نے یقین کر لیا واقعی مسلمانوں کی بقا اور سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ ان کا اپنا وطن ہو جہاں وہ آزادی سے اپنے مذہب پر عمل کر سکیں۔ مگر جبہ و دستار اور ریش و عمامہ والے بعض لوگ جو 'مذہب' کے خود ساختہ اجارہ دار بنے ہوئے تھے، پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے' آخر کیوں؟ کیا یہی وجہ نہیں تھی کہ وہ پکی مصلحتوں کی بنا پر وہ ملت اسلام سے کٹ ہی نہیں چکے تھے بلکہ اس کے سب سے بڑے یعنی کھلے کافروں سے بھی بڑے دشمن بن چکے تھے اور ان کی

ہے۔ آج بھی کرامت و ہیبت کا جو ظہور ہوتا ہے اسی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ توحید جس سے ہر موڑ پر ہماں مصطفیٰ میں قدرت اللہ کی دستگیری فرمائی، اللہ
نے غیرت حق کے خلاف ہے کہ کسی سے دشمنان نبی ﷺ کا کوئی تعلق ہو ان کے پاس وہ توحید ہے جس کی بنا پر شیطان نے اللہ کے حکم پر بھی اللہ
کے حبیب مکرم سید السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قدرت نے ہندوؤں اور سامات کی عقل کو مسخ کر دیا اور یہ لوگ
مورتیوں کو سجدہ کرنے کے باوجود خود کو موحد اور مسلمانوں کو مشرک کہتے رہے۔ اسی حقیقت توحید قدرت نے "گاندھی" کے ذریعے واشگاف کر دی۔
حکمرانوں کیلئے کم از کم سے توحید حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے وہ روز سے حاصل کی اور مجدد وقت کے تحفظ سے آپ بہت گاندھی کے
آستان وحشت تک رہے۔ قوم کو اس صورت حال کا جائزہ لینا چاہیے تھا مگر اپنی سادگی کی بنا پر پھر سو گئی یا اسے حال جو جبر کر نظر انداز کر گئی۔ چور ایک بار
پکڑا جائے اور سزا دینے کے بجائے اسے اس کے جرم کا احساس تک نہ ہو۔ یہ ہوئے تو یقیناً اس کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ پہلے سے زیادہ عمل کر شرارت
کرے گا یعنی چوری زیادہ دلیری سے کرنے کی کوشش کرے گا۔ امت کو ہادی اعظم ور محسن ﷺ کی یہ نصیحت و ہدایت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے تھی۔

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ (مختصر [illegible] ـ جلد اول)

ترجمہ: مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔

یہاں صورت حال یہ ہے کہ مومن ایک بار ڈسا گیا اور سانپ کو سانپ نہیں بلکہ مہربان سمجھ لیا گیا۔ پھر دوسری بار اس نے پہلے سے زیادہ سخت
ڈسا مگر پہلے سے زیادہ محبوب خیال کیا گیا اور یہ وہ ہے جو دشمن ہے پھر بھی اسے اپنا رہبر، محبت و احترام کا مستحق ٹھہرایا جاتا رہا۔ یقیناً یہ
رویہ خودکشی کے مترادف ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ہدایت کے خلاف۔ اب اپنے مہربان آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے
خلاف عمل کر کے تباہی و بربادی تو ہو سکتی ہے کامیابی و کامرانی کی کیا صورت ہے۔

ہمارا معیار: بالکل ایک ظاہر و روشن بات ہے کہ ہندو اور انگریز بلکہ سارے کفار و مشرکین اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ (یعنی سارا کفر ایک ملت و دین ہے)
کے مصداق اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد و متفق ہیں۔ اگر کسی کو ماضی پر نگاہ نہیں اور تاریخ اسلام کے گذشتہ صفحے کے پڑھنے نہیں تو کم از کم اپنے دور کو
اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ آج اسلام کے خلاف کون کیا کیا کر رہا ہے اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے لئے کس کس کا گٹھ جوڑ ہو چکا
ہے تو بات بھی مشکل نہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے صورت حال اس سے بھی زیادہ نازک تھی۔ وہ ہندو جنہیں مسلمان حکمرانوں نے ہمیشہ نوازا اور
ان کے باہمی قتل و غارت کے طویل تاریخی سلسلے کو موقوف کر کے انہیں امن و سکون سے رہنے کا موقع دیا تھا، وہ ملک ہند جو ان سے پہلے مختلف
دشمن ریاستوں میں بٹا ہوا تھا ایک وسیع سلطنت میں تبدیل کیا نیز اس کے باسیوں پر کسی قسم کا تشدد روا نہ رکھا، ان پر علم کے دروازے کھولے، ان کے
مندروں کے لئے جاگیریں وقف کیں، انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا اور انہیں کبھی بھی تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا، مگر ان کا حال یہ رہا کہ اتنی
نوازشوں کے ہوتے ہوئے بھی خود کو اعلیٰ ذات سمجھتے رہے اور مسلمانوں کو ملیچھ (یعنی ناپاک) ہی سمجھتے رہے اور اکثر و بیشتر ان کے ساتھ
بغض و حسد کا رویہ رکھے رہے۔ انگریز بھی اپنے پیش رو مسلمانوں کو حق کے دور میں اپنا سامراجیت سے لے کر مضبوط ہو چکے تھے، اپنی راہ کا
روڑا سمجھتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیشہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور وقت آنے پر انہی کا کھلم کھلا ساتھ دیا۔ اس کے پس
منظر میں بھی اگر مسلمان کہلانے والی کوئی شخصیت مسلمانوں کو دھوکا دیتی ہے اور انہیں ایسے بدترین دشمنوں کی غلامی و تابعداری اور عقیدت و محبت پر آمادہ
کرتی ہے تو اسے کس معنی میں اپنا کہا جائے گا۔ یقیناً وہ اپنا نہیں بیگانہ ہے، بیگانہ ہی نہیں بیگانوں سے بھی بیگانہ تر ہے۔ ان کی دین فروشی کا تصور کر کے دل
کہتا ہے کاش ان کی داڑھی نہ ہوتی، کاش انہیں عمامے سجانے کی عادت نہ ہوتی، کاش ان کے جبہ و دستار کو آگ لگی ہوتی، کاش یہ نماز نہ پڑھتے۔
کیونکہ ان کی ریش اور زبان کا جبہ و دستار ان کا تقویٰ و طہارت خدا کی رضا کے لئے نہیں بلکہ خدا کے بندوں کو دھوکا دینے کے بہانے ہتھیار ہیں۔
اس مقام پر میں کسی عقیدے کی بات نہیں کر رہا بلکہ امت اسلام کی خیرخواہی اور بدخواہی کو معیار بنائے ہوئے ہوں۔ واللہ! پاکستان کا قیام
برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں پورے عالم اسلام کے لئے ضروری تھا اور اس حقیقت کا سمجھنا بالکل آسان تھا۔ مگر پھر بھی بعض بڑے ذہین و فطین

ترجمہ شیر سلام محمد نجیب

لوگ اس کی اہمیت سمجھنے سے قاصر رہے یا انھوں نے جان بوجھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو اب یہ کس کا قصور ہے اور پھر قصور ہے تو کس درجے کا۔ ہمارے نزدیک کوئی پیر فقیر ہو، کوئی ملا و مولوی ہو، کوئی مصنف و محقق ہو، کوئی سنی و وہابی ہو کوئی رافضی و خارجی ہو، کوئی مفکر و مصلح ہو جس نے بھی پاکستان کی مخالفت کی ہمارے نزدیک ذلیل ہے۔ واللہ میرے نزدیک پاکستان حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا تبرک ہے اور جو بھی اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا مجوب ہمارے علامہ اقبال و قائد اعظم کا دل دکھائے گا۔ اس لئے میرے سامنے اگر کوئی اپنی زبان سے غوث یا قطب ہونے کا دعویٰ بھی کرے، اگر وہ پاکستان کا دشمن ہے تو میں اسے غدار ملت ہی سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کی حیثیت کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ شہنشاہ دو عالم ﷺ کا باغی ہے۔ ہاں اس کوئی صدر ہو، وزیر اعظم ہو، سیاسی لیڈر ہو، مذہبی رہنما ہو، کسی مسجد کا امام و خطیب ہو بلکہ کسی پرائمری سکول کا ادنیٰ سا چپڑاسی ہی کیوں نہ ہو سب کے لئے یہی معیار ہے۔ جو بھی پاکستان کا خیر خواہ نہیں اور جو بھی اسے نقصان پہنچانے کی دیدہ دانستہ کوشش کرے، میں سے اپنا سمجھنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ ہمارے علاقے میں ایک شخص قومی اسمبلی کے انتخاب میں کھڑا ہوا۔ میں بیمار تھا تو جب اس نے ایک جلسہ عام میں یہ کہا کہ میں نے پاسپورٹ سے پہلے وغیرہ توڑنے کی ٹریننگ لی اور یوں پاکستان میں یہ کام کرنا چاہا تو اس کی عزت فوراً میرے دل سے نکل گئی اور میں نے اس کی خوب مخالفت کی یہاں تک کہ قدرت نے اسے ذلیل و ناکام کیا۔

اس معیار پر دیکھتا ہوں تو جن لوگوں نے پاکستان کی مخالفت میں اپنی ساری توانائیاں صرف کردیں وہ بدبخت میرے نزدیک قطعاً لائق تعظیم نہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس قسم کے اکثر لوگ دیوبندی اور غیر مقلد ہیں۔ اب وہ دیوبندی غیر مقلد یا دوسرے لوگ جنہوں نے اس نازک موقع پر اپنے شوریدہ سر حواریوں کے دام فریب میں آنے کے بجائے "اسلام" کا ساتھ دیا وہ تو ملت اسلامیہ کا فرد ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام دشمنوں کے پیچھے لگ کر اسلام دشمنی کا "حق" ادا کرنے والے مجرموں کو یہ دعویٰ کیوں کر زیب دے سکتا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کو بھی یہی رونا تھا "اقبال کے حضور" (مرتبہ سید نذیر نیازی) حکیم الامت کے آخری سال کی شبانہ محفلوں کی ڈائری ہے (یعنی یکم جنوری ۱۹۳۸ء تا ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء)۔ اس کتاب کے ایک اہم حاشیے پر غور کیجئے۔

"یہ محض اتفاق ہے کہ لیگ جس متحدہ محاذ کی حامی تھی اس کے مخالفین کو وہابی یا اہل حدیث کہا جاتا، ورنہ سوال اہل حدیث کا تھا نہ وہابیت کا۔ لیکن خلفشار اور انتشار کے اس تکلیف دہ زمانے میں جب مسلمان الگ الگ حلقوں میں بکھر گئے تھے، بعض الفاظ نے اصطلاحات کی شکل اختیار کر لی تھی اور ان کا اطلاق صرف خاص خاص افراد یا حلقوں پر ہوتا۔ وہابیت دیوبند کا کانگریس کے طرفدار رہنما اور ان کے عقیدت مندوں پر۔ مولانا حسین احمد کانگریس کے حامی تھے۔ مولوی ثناء اللہ مدیر اہل حدیث امرتسر بھی ملکی مطلع کے زیر عنوان جب سیاست حاضرہ پر تبصرہ فرماتے تو اس سے بھی کانگریس کی حمایت کا پہلو نکلتا۔ مولانا داؤد غزنوی کا شمار بھی رہنمائے کانگریس میں ہوتا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی اہل حدیث ہی کا رکن رکین تصور کیا جاتا تھا۔ انہیں بھی جماعت اہل حدیث کی تائید حاصل تھی۔ بہرحال عام خیال یہ تھا کہ اہل حدیث یا عرف عام میں وہابی لیگ کے خلاف ہیں"۔

اب اصل کتاب کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ نے فرمایا "قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے"

اس پر کہا گیا کہ دیوبند کی سیاسی روش تو انگریز دشمنی پر مبنی ہے۔ دیوبندی تو یہ رائے نہیں کہ انگریزی حکومت کی اطاعت مذہباً فرض ہے۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ فرمایا "انگریز دشمنی سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہم اسلام دشمنی اختیار کر لیں۔ یہ کیا انگریز دشمنی ہے جس سے اسلام کو ضعف پہنچے۔ ارباب دیوبند کو سمجھنا چاہئے کہ اس دشمنی میں وہ نادانستہ اس راستے پر چل رہے ہیں جو انگریزوں کا تجویز کردہ ہے۔ انگریز چاہتے ہیں مسلمان جغرافیائی وطنیت کا اصول اختیار کر لیں تاکہ اسلام کی حیثیت ایک عقیدے سے زیادہ نہ رہے اور امت یعنی

یہ کیسی انگریز دشمنی ہے یہ تو ان کے ہاتھوں میں کھیلنا ہے۔
بطور ایک سیاسی اجتماعی نظام کے اس کی وحدت ختم ہو جائے۔

اس پر عرض کیا گیا کہ اہل حدیث اقلیت میں ہیں اور اپنے عقائد میں بڑے متشدد لہٰذا ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے الگ رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ سواد اعظم میں ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ کانگرس کا ساتھ دے رہے ہیں"۔

حضرت علامہ نے فرمایا "یہ امر تو اور بھی افسوسناک ہے۔ عقائد میں تشدد و تعصب اور تنگ نظری اگر اسلام کے لئے ہے تو بڑی مبارک بات ہے، لیکن اگر اس سے یہ ہے کہ اہل حدیث سواد اعظم سے کٹ جائیں اور امت کی وحدت درہم برہم ہو جائے تو از حد قابل افسوس"۔

(ایک اور سوال کے جواب میں علامہ اقبال نے) فرمایا "لیکن اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اہل دیوبند حق سے آنکھیں بند کر لیں اور محض انگریز دشمنی، عقائد میں تشدد کے باعث مصالح امت کا لحاظ رکھیں نہ احکام شریعت کا۔ حالانکہ یہی حقائق ہیں جن کا فہم اور تشریح و توضیح ان کا سرمایہ افتخار ہے۔ یہ کیسی انگریز دشمنی ہے کہ ان کی مخالفت میں ہم اسلام کا پاس رکھیں نہ مسلمانوں کے مستقبل کا بلکہ الٹا ان کے ہاتھوں میں کھیلنے لگیں۔ کیا اس کا نام وہابیت ہے؟ مجھے نہیں معلوم تھا وہابیت یہ کچھ ہے"۔

میری اس بات کو دوبارہ بگوش ہوش سنئے، یہاں اس وقت مختلف فرقوں کے مذہبی اختلافات کی بحث نہیں ہو رہی۔ کہنا صرف یہ مقصود ہے کہ جب سب خود کو اسلام کا نام لیوا سمجھتے ہوں اور سب کو معلوم ہو کہ گاندھی اور اس کی کانگرس مسلمانوں کی مشترکہ اور بدترین دشمن ہے، پھر جان بوجھ کر ان کی حمایت کا زہر کھانا اور قوم کو کھلانا پھر اس کو تریاق ظاہر کر کے کھانا کھلانا کیا ایسا جرم ہے۔ جو کسی سطح پر معافی کے قابل ہو، کیا یہ بدترین قسم کی غداری نہیں اور کیا یہ غداری اللہ کے محبوب اعظم و اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں ہے۔ جو شخص حضور پرنور ﷺ کی امت کو عین وقت پر دھوکا دے اور اس کے سامنے منجدھار کو ساحل اور ساحل کو منجدھار ظاہر کرے، کیا وہ کسی رعایت، محبت یا ادب و احترام کا مستحق ہو سکتا ہے، اسلام کا ہر غیرتمند فرزند اور اپنے نبی مکرم ﷺ کا ہر مخلص و غیور غلام ایسے غداروں کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ ٹھنڈے دل سے انصاف و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایئے اگر دشمنوں اور غداروں کی چالیں (معاذ اللہ) کامیاب ہو جاتیں اور پاکستان معرض وجود میں نہ آتا تو آج ہماری کیا حالت ہوتی۔ ظاہر دو جابر قوتوں کا مقابلہ کر کے ان کے پنجۂ استبداد سے بغیر کسی فوج کشی کے ایک اسلامی خطہ نکال لینا اتنا مشکل ہے کہ عقل ظاہر بیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ واللہ اس نازک ترین صورت حال میں دنیا کے نقشہ پر ایک نئے اور وہ بھی سب سے بڑے اسلامی ملک کا قیام اسلام کا نہایت نمایاں معجزہ ہے، جو پکار پکار کے اعلان کر رہا ہے کہ واقعی آج بھی اللہ ہی قادر مطلق ہے۔ (اور ہمیشہ سے ہمیشہ تک وہی قادر مطلق ہی رہے گا) واللہ اس کے حبیب لبیب ﷺ آج بھی اس کے خلیفہ اعظم ہیں اور اس کے فضل سے موجودات کے مالک و مختار۔ قائد اعظم کو جو کامیابی ہوئی ہے اسی وفا و غیرت کی بنا پر ہوئی ہے۔ ہاں ہاں سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے اپنے سچے اور مخلص غلام محمد علی جناح علیہ الرحمہ کو انگلینڈ سے برصغیر میں کامیابی کی ضمانت دے کر حصول پاکستان کی کوشش کے لئے بھیجا تھا۔ جیسا کہ تفصیل سے الحقیقہ کے کسی گذشتہ شمارے میں گزرا۔ یہی انتخاب تھا جس نے جاہل دشمنان دین سے ناآشنا شخص کو قائد اعظم بنا دیا۔ الصادق اور الامین ﷺ نے کامرانی کی ضمانت دی ہو تو ناکام ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے منظور نظر جناح کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جس کی ایک لیڈر کو ضرورت تھی۔ ہاں ہاں جس کو رحمۃ للعالمین ﷺ نوازیں اس کی صلاحیتوں میں کیا کمی رہ سکتی ہے۔ اللہ اللہ وہ خداداد صلاحیت کتنی لاجواب تھی جو اسے حضور قاسم و خازن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانے سے ملی تھی۔ اور اسی کا اعتراف دشمن بھی کرنے پر مجبور تھے چنانچہ خود گاندھی نے برملا کیا تھا۔

"اگر ہندوؤں کے پاس ایک ہی قائد اعظم جیسی شخصیت موجود ہوتی اور مسلمانوں کے پاس ہزاروں کی تعداد میں پنڈت اور مولانا

آزاد ہوتے تو میں دیکھتا کہ ہندوستان کا بٹوارہ کیسے ہوتا" (سیارہ ڈائجسٹ دسمبر ۲۰۰۲ء صفحہ ۸۲) اور سردار پٹیل کو بھی کہنا پڑا "اگر کانگریس میں صرف ایک جناح ہوتے تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا اور اگر مسلم لیگ میں نہرو اور گاندھی ہوتے تو پاکستان کبھی معرض وجود میں نہ آتا" (حضرت قائد اعظم اور ظہور پاکستان تحریر پروفیسر منظور مرزا۔ نوائے وقت لاہور ۲۔ دسمبر ۲۰۰۵ء)

عبرتناک صورت حال آپ نے یہ شعر سنا ہوگا

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا ! یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

بظاہر علمائے دیوبند کے بزرگ (علماء و مشائخ) دین حق کے ترجمان و پاسبان بنے ہوئے تھے اور انہیں دیکھ کر کوئی سید صاحب شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کسی وقت یہ بھی ان لوگوں کے آلۂ کار بن جائیں گے جو شجر اسلام کو معاذ اللہ بیخ و بن سے اکھاڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں ایک ایسا شخص جسے ان کے خیال میں نماز تک نہیں آتی، قرآن پاک سے بالکل ناآشنا ہے تہذیب مغرب کے مراکز میں پڑھا ہے، قضا و قدر کی نگاہ انتخاب میں آ گیا اور اسے ملت کی رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا گیا۔ یہ علماء تو مسلمانوں کے قائد اعظم کو معاذ اللہ "کافر اعظم" کہتے رہے (اور خود کو 'مومن اعظم' سمجھتے ہوں گے) مگر قدرت کا فیصلہ دیکھئے، جو دور سمجھا جاتا تھا اسے قریب کر لیا گیا، جو قریب نظر آتے تھے وہ دور کر دیئے گئے۔ اگر ہدایت اللہ کے فضل و کرم ہی سے ملتی ہے اور یقیناً بات بھی یہی ہے تو آپ کو ماننا ہوگا اللہ جل مجدہ کا فضل و کرم محمد علی جناح کے شامل حال تھا اور اس نے ان اونچے پاجامے والوں اور لمبی داڑھی والوں کو انہیں کے حال پر چھوڑ دیا۔ (اور کسی بندے کو اسی کے حال پہ چھوڑ دینا اس کے حق میں جیتے جی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی؟)

پھر اس چھوڑنے کی حد کیا تھی یا انہیں کس حد تک چھوڑ دیا گیا تھا، ان کے سامنے بہت سے مناظر آئے (جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور) جو اس بات کو بالکل واضح کر دیتے تھے کہ مشرکین سے مسلمانوں کے بارے میں خیر کی توقع نہیں بہت سے مسلمانوں نے کانگریس کی اصل نیت کو (کہ یہ مسلمانوں کو محض اپنا غلام بنانا چاہتی ہے) بھانپ لیا اور اس سے پیچھے ہٹ گئے مگر علمائے دیوبند کے کان پر جوں تک نہ رینگی، انہیں قطعاً سمجھ نہ آئی اور یہ بھٹکنے بہکانے سے باز نہ آئے۔ قرآن پاک نے منافقین کا یہی حال بیان فرمایا ہے لا یعلمون (وہ نہیں جانتے) اور لا یشعرون (وہ شعور نہیں رکھتے) کے مصداق ہوتے ہیں۔ بلکہ لا یرجعون یعنی وہ اسلام وایمان کی طرف پلٹنے والے نہیں ہوتے۔ گویا وہ کبھی توبہ نہیں کرتے۔

پاکستان بن گیا برصغیر دو حصوں میں منقسم ہو گیا اور پاکستان اور بھارت کے نام سے دو ملک بن گئے۔ علماء دیوبند کے بزرگوں نے کانگریس کے نے بڑی قربانیاں دیں تھیں حتی کہ دین وایمان کو بھی بیچ دیا تھا بجا طور پر بھارت کو اپنا ملک سمجھتے تھے اور تقسیم کے بعد دل و جان سے اس کو مضبوط بنانے میں جت گئے۔ کون نہیں جانتا نہرو جب ابن سعود کے دور میں سعودی عرب کی یاترا کے لئے گیا تھا تو اس نے یا رسول السلام نہرو کہہ کر اس کا استقبال کیا تھا۔ (اے سلامتی کے پیغمبر و قاصد نہرو)

مدینہ منورہ میں سکولوں کی نصابی کتابوں میں بھی گاندھی (بنام قائدی) کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے اور چوچہ سمیت اس کی مدح کی گئی۔ بھارت کو اسلام کا خیر خواہ ثابت کرنے کے لئے عموماً یہاں سے اسی قسم کے مسلمان رکھے گئے جن کا دین انہیں بزرگوں کی طرح بقول ابو مرحوم 'خریدا' کا فری' تھا۔ اور مسلمان ملکوں میں جو سفیر جاتے تھے، دیوبند سے انہیں ہدایت تھی کہ جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر ورد وظیفے شروع کر دیا کریں (تا کہ یہ تصور پیدا ہی نہ ہو سکے کہ بھارت اسلام دشمن ملک ہے اور یہاں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح ارزاں ہے) یاسر عرفات اور اس جیسے بہت سے 'رہنماؤں' کو اتنا ہموار کر لیا گیا کہ انہیں ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان کو ترجیح دینا اور کشمیر کے مسئلے میں کشمیریوں کے حق میں آواز اٹھانا بھی محال ہو گیا۔

ان تمام بیرونی فتوحات کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے یا ڈھائے جاتے رہے یہ نہیں کہ انہیں قطعاً ناگوار نہیں گزرے بلکہ چونکہ ہندوؤں کے ساتھ ضم ہو کر ایک ہی قوم بن چکے تھے اس لئے حسب 'توفیق' دونوں گروہ یعنی وہابی دیوبندی اور ہندو

مسلمانوں پر ظلم وستم میں باہم شریک کار رہے۔ چنانچہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ہوا ہے کہ دیوبند کے لٹھ برداروں نے مسلمانوں کے جلوس عید میلاد النبی پر حملہ کیا اور بھی اس ظلم پر خود ہندو بھی حیرت وششدر رہ گئے۔ امسال یعنی ۱۴۲۲ھ کے ربیع الاول شریف میں بھی سپاہ دیوبند کے تربیت یافتہ جیالوں نے (انڈیا کی) بستی آمار ریاست بہار میں ۱۹۹۶ء میں عید میلاد النبی کے شرکاء پر حملہ کیا اور ادھر سرینگر میں ان کے قومی بھائیوں (یعنی ہندوؤں) کی پولیس نے بھی اس مقدس جلوس کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔

انہیں مسلمانوں کا عید قربانی میں گائے قربان کرنا تو اپنے ہندو بھائیوں کی دلآزاری سے بچنے کے لئے ناگوار ہے مگر مختلف شہروں اور قصبوں میں خون مسلم کی ارزانی سے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ اسے کہتے ہیں 'وفاداری بشرط استواری'۔

وطن عزیز میں پاکستان کے دیوبندیوں نے بھی بالکل اپنے ہندو بھائی بندوں کی طرح پاکستان کو سچے دل سے تسلیم نہیں کیا۔ یہاں انہوں نے جہاد کے مقدس نام پر مدرسوں میں اسلحے کے انبار لگا دیئے اور اپنے طلباء کو 'مجاہد' بناتے رہے سپاہ صحابہ، جیش محمد، وغیرہ ان کی مختلف فوجوں کے نام رہے ہیں۔ اہل حدیث کہلانے والے بھی پیچھے نہیں رہ سکتے تھے، انہوں نے مثلاً "لشکر طیبہ" اور اہل حدیث یوتھ فورس وغیرہ ناموں سے اپنے دیوانوں کو منظم کیا اور کشمیر کا نام لے لے کر کروڑوں اربوں کا جو چندہ جمع کیا تھا اسے اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے کا ذریعہ بنایا بلکہ اپنے مجمع عام میں جیالوں سے علانیہ کہتے رہے کہ پاکستان سے شرک کے اڈے ختم کرنا ہے، اور ان کی تاریخ سے خبر ہے کہ کھلے مشرکین کے تھانوں کو یہ شرک کے اڈے نہیں سمجھتے بلکہ اولیاء کرام کے مزارات ان کے نزدیک مراکز شرک ہیں۔

چنانچہ جناب فضل الرحمن عرف ملا ڈیزل نے صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں ایک مزار بھی نہیں رہنے دیا کیونکہ یہ ان کی توحید کے خلاف تھے۔ گذشتہ دنوں اہل حدیث کے ہاں تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے ایک حقیقت پسند نوجوان عبدالودود کا بیان آپ نے پڑھا ہوگا۔ اس کی رپورٹ کے مطابق اس کے استاد صاحب محمود غزنوی اور سلطان ٹیپو کے خلاف بہت زہریلا پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے۔ گویا وہ مسلمان غازی اور مجاہد جو اپنے اپنے دور میں اسلام کا دفاع کرتے رہے، انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے مگر ہندوؤں کے ساتھ ان کی یاری بہت پکی ہے۔ کیوں نہ ہو محمود غزنوی اور سلطان ٹیپو تو مسلمانوں کے ہیرو ہیں اور مشرکوں کے دشمن مگر دیوبند و اہل حدیث کی قوم وہی ہے جو گاندھی اور کانگریس کی قوم ہے۔ لہٰذا دیوبند وکذا کا وہی ہیرو ہونا چاہئے جو گاندھی اور کانگریس کا ہو۔

میں اس بات کو ختم کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے بہی خواہوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا پاکستان کا قیام اسلام اور مسلمانوں کے لئے ضروری تھا یا نہیں اور اگر ضروری تھا تو اس کی حمایت یا اس کی مخالفت کیا اسلام کی حمایت یا مخالفت نہیں تھی، اور جن لوگوں نے پاکستان کی مخالفت کی، کیا وہ امت مسلمہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلامی کی سخت اور ناپاک زنجیروں میں نہیں جکڑنا چاہتے تھے۔ لہٰذا کیا ان لوگوں کو محض ایک دوسرا فرقہ سمجھ کر مروت اور رواداری سے کام لینا چاہئے یا انہیں خدا اور رسول ﷺ کا باغی اور اسلام کا غدار سمجھنا چاہئے۔ اور اگر قیام پاکستان کے بعد بھی ان کی سوچ میں کوئی فرق نہیں آیا اور معاذ اللہ گاندھی اور نہرو پارٹی کی طرح انہوں نے بھی اب تک سچے دل سے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا تو ان سے اہل پاکستان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ واللہ جب میں پاکستان کی موجودہ صورت حال پر غور کرتا ہوں تو اس کے عدم استحکام پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مگر اس عدم استحکام کا بہت بڑا سبب کیا ہے؟ یہی نا کہ ہم نے کبھی وفادار اور غدار میں فرق نہیں کیا۔ موجودہ حکومت کو تو خود وہی لوگ مطلوب ہیں جو ایمان وغیرت سے خالی ہوں اور حکمرانوں کی طرح مشرکین ہند کے نیازمند ہوں۔ ان کی تو چھوڑیئے ان سے پہلی حکومتیں جو کچھ ان سے بہتر تھیں ان کے دور میں بھی وفادار اور غدار میں کبھی فرق نہیں کیا گیا۔ اور پھر یہی نہیں کہ حکومتوں سے یہ تساہل وتغافل ہوا بلکہ بڑے بڑے ذمہ دار اور سچے پاکستانی بھی اس مقام پر سستی کا شکار ہو گئے۔ مثلاً کانگریس کے جانثار مفتی محمود نے جب یہ بیان دیا تھا کہ "خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے"۔ تو پیکر غیرت وحمیت مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی مرحوم نے جواباً فرمایا، اور صحیح کیا کہ "بے شک خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے ثواب میں شریک تھے"۔

میرے نزدیک مفتی محمود کا یہ جملہ نہایت ہی بافیضہ غدار نہ بلکہ کافرانہ تھا۔ اگر کوئی شخص معاذ اللہ یہ کہے کہ "زنا کا شکر ہے میں نے اپنی ماں سے زنا کیا" تو شاید یہ کفر صریح بھی مفتی کے جملے کے سامنے ہیچ ہو۔ کیونکہ ماں کے ساتھ زنا کرنے والا تو اپنے بدترین فسق و فجور کا اعلان کر رہا ہے اور یہ بدبخت پوری ملت اسلامیہ کی ایک عظیم سعادت ہی نہیں، حضور پر نور ﷺ کے ایک عظیم تبرک کی توہین کر رہا ہے۔ آپ نے سود کھانے والے کی مذمت میں یہ حدیث پاک سنی ہوگی۔

الربوا سبعون جزءاً ایسرہا ان ینکح الرجل امہ (ابن ماجہ)

ترجمہ: سود کے ستر اجزاء ہیں جن میں سب سے گھٹیا یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے نکاح کرے۔

اب آپ خود فیصلہ فرمایئے سود کھانے کا وبال ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے تو سخت ترین وبال کیا ہوگا اور پھر یہ بھی سوچئے کہ سود کھانا زیادہ برا ہے یا ملت اسلامیہ سے غداری۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان واضح ملاحظہ ہو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (التوبہ ۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے باپ دادا اور (سگے) بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پہ کفر کو پسند کریں اور تم میں جنہوں نے ان کے ساتھ دوستی کی تو وہی ظالم ہیں۔

دیکھئے باپ دادا اور بھائیوں سے کیا رشتہ ہے، مگر قرآن پاک کی رو سے یہ بھی اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو ترجیح دیتے ہوئے کافروں سے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں تو انہیں بھی یار نہ سمجھیں بلکہ یہ ملت اسلامیہ کے غدار ہیں تو یاری کے قابل نہیں۔ اگر پھر بھی کوئی جناب مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غلامی کی بجائے ان عزیزوں کے رشتے کو اہمیت دے، وہ خود کافروں یا غداروں میں سے ہے اور قرآن پاک کی رو سے ظالم ہے۔ اس بے ملیح کی خرافات کا جو جواب نیازی صاحب قبلہ نے دیا وہ نہ صرف کافی تھا، انہیں چاہئے تھا کہ گروہ حزب خلاف کا پارلیمانی پارٹی کا صدر تھا تو سے فی الفور اس منصب سے الگ کرنے کی سعی بلیغ کرتے، یہ جملہ تو اتنا ناپاک تھا کہ بھٹو کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی مگر ایک بار بھی نے کہا تو اس پر غداری کا مقدمہ کیوں نہیں چلایا گیا اس کو انتخاب کے نااہل کیوں قرار نہیں دیا گیا۔ چنانچہ ظاہر ہے وہ اور زیادہ دلیر ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا بدنام کا فضل الرحمٰن (درحقیقت میں عدو الرحمٰن) سیاست میں باپ کی جگہ سورما۔ باپ نے بھٹو کے دور میں جو کچھ کہا تھا بیٹے نے اس کی بی بی کے زمانے میں اس سے زیادہ ناپاک نعرہ دیا کہ جو اس وقت عام اخبارات میں شائع ہوا۔ یعنی یہ کہ

'پاکستان کا قیام اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ تھا'۔

بے نظیر تو ویسے ہی اسی قسم کے 'قبیلے' کی فرد تھی، اس نے اس لاجواب 'فتوے' پر خوش ہو کر اسے امور خارجہ کمیٹی کا چیئرمین یا چیئرمین بنا دیا۔ ورنہ اپنے آپ کو سچی اسلام اور پاکستان کے خیر خواہوں کی نظر میں یہ مرد کتنا گندا اور نجس ہونا چاہئے تھا۔ مگر افسوس قوم سوئی رہی اور غدار کو جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا۔

ہاں مجھے اس بات پر از حد افسوس ہے کہ اس قسم کے ناپاک شخص کے ساتھ کس کس نے یاری نہیں لگائی اور یاری لگا کر اس بدبخت کی کس کس نے حوصلہ افزائی نہیں کی۔ میں ایک عاجز اور حقیر پاکستانی ہوں، میں اپنے ملک کو جو اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر معرض وجود میں آیا تھا پھر جس کی حمایت میں پورے برصغیر کے درویشان باصفا دن رات سرگرم تھے بلکہ جس کے قیام کی بشارت خود حضور پر نور سرور دو عالم سلطان دو جہان ﷺ اپنے متعدد غلاموں کو سنا رہے تھے، اسے کوئی شیطان اگر صدی کا سب سے بڑا فراڈ کہتا ہے، تو میرے خیال میں اس کی زبان نوچ لینی چاہئے اور اس پر غداری کا مقدمہ چلنا چاہئے تاکہ کسی اور کو ایسی جرأت نہ ہو۔ مگر افسوس اردو اور اسلام کے ذمہ دار رکھوالوں نے بھی جو بظاہر اصولوں کے بڑے پکے تھے اس کی خرافات کا نوٹس تک نہ لیا۔ ذرا اسکے ساتھ یارانہ گانٹھنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ قومی سطح پر اسی بے حسی یا بے حمیتی کا نتیجہ تھا کہ بعض لوگوں کو اپنے ناپاک جذبات کھل کر ظاہر کرنے کی جرأت ہوتی رہی۔ مثلاً سقوط ڈھاکہ کا سانحہ جو وفاداران اسلام کے لئے بہت ہی پریشان کن تھا،

علماء دیوبند کے ہاں گویا گھی کے چراغ جلنے کا موقع تھا۔ مولوی محمد علی کاندھلوی جو سیالکوٹ کی سرزمین میں ایک قومی نظریے کا بہت بڑا علمبردار تھا، اس موقع پر بہت خوش تھا اور اپنے چیلوں میں کہتا تھا کہ ہمارے بزرگوں کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ یہ انہیں لوگوں کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ کئی لوگ پاکستان میں رہ کر بھی اپنی خوشی اور غم بھارت کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں۔ (یہ گویا ان کی عام سوچ ہے) شاید اس کا ذکر پہلے بھی کہیں آچکا ہو کہ قیام سیالکوٹ کے دوران میں ایک بار میں بازار میں سے گزر رہا تھا تو دو دکاندار آپس میں بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا 'یہ تمہارا پرانا رویہ ہے کہ کسی میدان میں کوئی میچ میں اگر پاکستان کامیاب ہو تو تم افسردہ ہو جاتے ہو اور ہندوستان کی فتح ہو تو تم خوشی کا مظاہرہ کرتے ہو۔

مولانا مودودی کا طرز عمل اس میں کوئی شک نہیں مولانا مودودی نہایت ذہین و فطین شخص تھے اور ممکن ہے وہ دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو نقصان بھی نہ پہنچانا چاہتے ہوں، مگر حیرت ہے وہ بھی پاکستان کی ضرورت و اہمیت کو نہیں سمجھ سکے حالانکہ یہ کوئی بہت مشکل مسئلہ نہیں تھا اور عام ان پڑھ مسلمان بھی محض اسلام سے اپنی محبت کی بنا پر نہیں ہندوؤں اور سکھوں کے رویے سے اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اس کی نظر میں بھی ایک آزاد اسلامی مملکت کے سوا اس وقت کے حالات کا کوئی اور حل نہیں تھا۔ حتیٰ کہ بہار، کلکتہ، لکھنؤ وغیرہ جن کا پاکستان میں شامل نہ ہو سکنا بالکل ظاہر تھا کے مسلمانوں نے بھی مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دئے تھے کیونکہ ان کے خیال میں پاکستان کا وجود بھارت کے مسلمانوں کا بھی ایک سہارا ہونا تھا۔ مولانا موصوف نے حسین احمد مدنی کے ایک قومی کانگرسی نظریے کی بہت مدلل تردید کی اور پرزور طریقے سے ثابت کر دیا کہ مسلمان اور کافر ایک قوم ہرگز نہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ نہیں لیا اور قائداعظم کے ہاتھ مضبوط نہیں کئے۔ کانگرس اور مسلم لیگ میں توازن قائم رکھنے کیلئے سنا ہے کبھی کبھی وہ گاندھی کو بھی اپنے جلسوں میں مدعو کر لیتے تھے۔ پھر ان کی 'بلند ہمتی' کی داد دیجئے کہ انہیں اپنے رویے پر کبھی ندامت بھی نہیں ہوئی۔ انہوں نے مسلمانوں اور جدید سیاسی کشمکش میں قائداعظم اور مسلم لیگ کے دوسرے لیڈروں اور کارکنوں کو جن گالیوں سے نوازا تھا، کہتے ہیں کتاب کے ہندوستانی ایڈیشنوں میں اب تک موجود ہیں (اگرچہ پاکستانی ایڈیشنوں سے انہیں نکال دیا گیا ہے)

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ سنئے۔ میاں طفیل محمد صاحب نے اگست ۱۹۷۶ء میں کہیں فرمایا کہ پاکستان کے بانی تین ہیں۔ اقبال، قائد اعظم اور مولانا مودودی۔ 'نوائے وقت' میں اس کے خلاف زبردست اداریہ شائع ہوا۔ اس پر مولانا کے حامیوں اور مخالفوں میں بحث کا سلسلہ چل نکلا۔ اس صورت حال کو کنٹرول کرنے کے لئے مولانا مودودی صاحب خود میدان میں اترے اور ان کا اپنا مضمون ۱۲ اگست ۱۹۷۶ء کو اسی 'نوائے وقت' میں شائع ہوا جس میں انہوں نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا

'ہمارے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے تحریک پاکستان میں حصہ نہیں لیا'۔

پھر اس کے جواب میں زیڈ۔ اے سلہری کا مضمون ایک دو قسطوں میں کئی ذرائع میں شائع ہوا جس میں انہوں نے مولانا کے ایک ایک عذر لنگ کی قلعی کھول کے رکھ دی۔

تاریخ بدلنے والے تاریخ بدلنے کا یہ انداز بھی ملاحظہ ہو کہ مولانا اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکے کہ وہ تحریک پاکستان میں غیر جانبدار رہے ہیں اس کے باوجود ان کے جانشین دوسرے امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ مولانا پاکستان کے تین بانیوں میں سے ایک ہیں۔ یہی وہ طرز عقیدت ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے 'پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'۔ مگر سوچئے پیری اور مریدی کے اس کاروبار میں کتنے ایسے مرید آپ کو نظر آتے ہیں جو اپنے پیر کے بارے میں اس حد تک کھلم کھلا جھوٹ بولنے کی جرأت کرتے ہوں۔

اگر آپ محسوس نہ فرمائیں تو تاریخ بدلنے کا یہ رجحان مجدد دیوبند کے 'فرزانوں' میں عام ہے، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ قوم کے لئے جو سب سے زیادہ خطرناک امور ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے قرآن پاک میں شوشہ بھر کی تبدیلی نہیں ہونے دی ورنہ یقیناً ان کے دست تصرف سے وہ تمام سورتیں اور آیتیں جو حضور پرنور ﷺ کی شان اقدس میں نہایت صریح ہیں، نکال دی جاتیں۔ ظاہر ہے اللہ کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہ بے چارے بے بس ہو کے رہ گئے ہیں۔ ہاں تفاسیر و تواریخ میں ان کی مسیح نازک نے بہت تبدیلیاں کرنے کی کوشش

کی ہے بلکہ کہیں کہیں احادیث شریفہ میں بھی یہ لوگ خورد برد سے باز نہیں آئے۔ اسی مضمون کی قسط ۳۳ میں آپ نے جو حکیم محمد صادق کے دست تصرف کے کرشموں کو ملاحظہ فرمایا اس سے پہلے عزیزم عبدالودود کی زبانی ان کے ایک غیر مقلد ہم جماعت کا یہ فن بھی دیکھا کہ جہاں مناظرے میں جواب ہوئے فوراً ایک حدیث گھڑ دی۔ کہتے ہیں کہ سعودیہ میں بن عبدالوہاب کی وراثت نے سرکاری سرپرستی میں ایک تحریفی ادارہ بھی قائم کر دیا ہے تاکہ تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں جو بات ان کے عقیدے کے خلاف ہوا سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ سالہا سال سے یہ مشق ستم جاری ہے اور تفسیر روح البیان وغیرہ کی بہت سی عبارتیں بدل دی گئیں یا نکال دی گئیں۔

نجدو دیوبند کے تحریفیوں نے قرآن پاک کے ترجمے پر جو ظلم کیا ہے وہ تو اپنی جگہ ہے، تاریخ کی کتابوں میں جہاں کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نعرہ ہائے رسالت وغیرہ کا ذکر تھا انہوں نے انہیں بھی صاف کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلمات اور سلف صالحین قدست اسرارہم کی تحقیقات پر اپنے مزعومات کو ترجیح نہ دیتے یا کم از کم چناپار است تراشتے کے باوجود امانت و دیانت کا ثبوت دیتے اور اپنے خود ساختہ اختلافی عقائد و نظریات کے ہوتے ہوئے بھی اکابر امت کے تاریخی واقعات کو من و عن رہنے دیتے مگر ان کی دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ہمیشہ خود بدلنے کے بجائے اپنے عقائد کو تاریخی شخصیات کے سر منڈھنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے۔ اللہ کو منظور ہوا تو کسی آئندہ موقع پر اسے کسی حد تک تفصیل سے بیان کیا جائے گا (مثلاً دور آخر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے نور نظر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہما کے کیا مذہبی عقائد تھے اور شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کے عقائد کا ان سے کیا اختلاف واقعہ رہا تھا مگر دور حاضر کے بڑے بڑے محققین ان کو ہم خیال و ہم عقیدہ ثابت کرنے کے لیے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتے رہے۔ اب آخر میں حضرت مولانا جناب محمد صدیق ضیا الجیلانی مدظلہ نے ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار و نظریات'' کے نام سے داد تحقیق دی ہے تو دنیا حیرت زدہ رہ گئی ہے کہ حقیقت کیا تھی اور بڑے بڑے علماء اور پروفیسر کیا بتاتے رہے۔)

بات یہاں سے چلی تھی کہ میاں طفیل محمد صاحب سابق امیر جماعت اسلامی اپنے ''عظیم منصب'' کے باوجود کھلم کھلا یہ جھوٹ روز روشن کی روشنی میں بولنے پر کیوں تل گئے کہ مولانا مودودی بھی پاکستان کے تین بانیوں میں سے ایک ہیں پھر سوچئے ان کے پلے کیا رہا جب ان کے تقدس ان کے مرکز عقیدت نے یہ اعتراف کر لیا کہ بانی ہونا تو ایک طرف انہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ تک نہیں لیا۔ (بلکہ ان کے پلے میں ہے کیا جو ضائع ہوتا) پھر مولانا مودودی نے اپنی صفائی میں جو کچھ بھی کہا دو چار دن کے اندر اندر ہی رہا۔ اسے سلیمری نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

تاریخ بدلنے کی اس روش میں دین پسندوں اور اسلام کے علمبرداروں کا یہ کردار کتنا شرمناک ہے، مگر افسوس! اپنے ''مرکز محبت'' کی عقیدت میں حق گوئی سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں رہتی بلکہ تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنا ہی اب ان سب ''بزرگوں'' کا مقصد حیات بن گیا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دنوں ایک اخبار میں ایک مضمون نگار نے یہاں تک تاثر دے دیا کہ جناب قائداعظم بھی مودودی صاحب سے رہنمائی لیتے تھے۔ خود سوچئے اگر قائداعظم مودودی صاحب ہی سے رہنمائی لیتے تو وہ بھی تحریک پاکستان میں کم از کم غیر جانبدار ہی رہتے۔ یہ تکلیف دہ بات ہے کہ کلمہ حضور پرنور ﷺ کا پڑھتے ہیں محبت مودودی سے کرتے ہیں بلکہ جماعت اسلامی کا ایک منچلا لیکچرر (جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں) بڑے وثوق سے (معاذ اللہ) کہا کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی محبت نہیں اطاعت مقصود ہے۔

تاریخ بدلنے میں علمائے نجد و دیوبند کی مہارت بھی کم نہیں۔ دیوبند کا مدرسہ جو مخالفین پاکستان کا گڑھ تھا مگر آج سکولوں اور کالجوں کے نصاب کی کتابوں ہی کو دیکھ لیجئے حقائق کا چہرہ کس حد تک مسخ کیا گیا ہے اور شب تاریک کے منحوس سناٹوں کو کس طرح صبح بہاراں کے مبارک جلوے قرار دیا جاتا ہے۔

ایک بات یاد رکھئے ہمارا رب کریم غیور ہے اور ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اسکے حبیب اور اسی کے فضل سے مقصود کائنات ہیں۔ بحر و بر، شرق و غرب، ارض و سما بلکہ کفر و ایمان کی تخلیق کا مقصد بھی حضور پرنور ﷺ ہی کی عظمت شان کا اظہار ہے۔ اس نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو مرکز کمالات ہی نہیں بنایا مصدر و منبع کمالات بھی بنایا ہے لہٰذا جس کو بھی جس نعمت سے بھی جتنا بھی جب بھی اور جہاں بھی نوازتا ہے انہی محبوب اعظم ﷺ کے صدقے میں نوازتا ہے۔ اور جس کو جو خوبی، جو دولت اور جو سعادت ملتی ہے انہی قاسم و خازن ﷺ کے دربار دُربار سے ملتی ہے۔ چنانچہ حضور

پرنور ﷺ کے دشمن کو دنیا کی عزت، شہرت، دولت اور حکومت وغیرہ تو مل سکتی ہے ایمان، ولایت، رشد و ہدایت، صدق و صفا، حلم و رضا، شرم و حیا جیسی بڑی نعمتیں جو جنت و مغفرت کا پیش خیمہ ہوتی ہیں نہیں مل سکتیں۔

ان سب بڑی نعمتوں کا سرچشمہ حب و عشق رسول ﷺ ہے۔ جسے بھی اللہ تعالیٰ محبت حبیب ﷺ کی دولت لازوال سے نوازتا ہے، دین و دنیا کی سعادتیں اس کا طواف کرتی ہیں۔

کوئی بڑی سے بڑی ہستی (رضی اللہ عنہم) کوئی مجتہد، کوئی مجدد، کوئی غوث، کوئی قطب بلکہ کوئی غازی اور کوئی شہید بھی حضور ﷺ کی محبت سے بے نیاز نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے جسے جو مرتبہ دیا اپنے محبوب اکرم ﷺ کے مقدس جوتوں ہی کے طفیل دیا ہے۔ یہ حضور پرنور ﷺ کا عشق ہی تھا جس نے حیات و انقلاب کے مدد و معاون بن کر نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی جیسے لوگ پیدا کئے۔ یہی تحریک پاکستان میں جس نعمت اس کے حبیب کریم ﷺ سے پیار تھا وہ اتنی نمایاں اور تاریخی کامیاب ہوا۔ آپ غیر جانبدار ہو کر تحقیق کر دیکھیں حکیم الامت اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کو اللہ عزوجل اور کے حبیب کریم ﷺ سے کتنا عشق و محبت تھا۔ اسی عشق و اخلاص کا فیض تھا کہ ان حضرات کو امت کی رہنمائی کی سعادت ملی۔ یہ دونوں حضرات ریا نفاق سے خالی تھے انہوں نے عام زندگی میں بلکہ اپنے مخالفوں کے سامنے بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کسی کو دغا نہیں دیا۔ ان کے مقابلے میں جتنے وہ لوگ جو جبہ و دستار سے ملبس تھے اور بزعم خود شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، گاندھی اور نہرو کے اشاروں پر ناچتے اور خود حضور پرنور ﷺ کی امت کو دھوکا دیتے رہے۔ والعیاذ باللہ۔ بغض رسول (ﷺ) کی لعنت نے انہیں ہر خوبی سے محروم کر دیا تھا اور اللہ ہر دشمن رسول اور ہر گستاخ رسول کا حال یہی ہوتا ہے۔ یہ گروہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دھوکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود اپنے ہی دھوکے کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ (البقرہ۔۹)

ترجمہ: فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

چنانچہ دور حاضر کے منافقوں نے اسلام کا نظریہ قومیت بدلا، مشرکوں اور کافروں کے ساتھ یارانہ گانٹھا، ماتھے پر قشقہ کھینچا، بتوں کو سجدہ کیا، بتخانے میں دعائیں کیں، گیتا اور قرآن کا جلوس نکالا۔ ہندوؤں کے مفاد کو سامنے رکھ کر ملت اسلامیہ کو دھوکا دیا۔ یہ وہ جرائم ہیں جو ناقابل معافی ہیں اگر ان میں اخلاص ہوتا اور غداری کی نیت نہ ہوتی تو اس قسم کا رویہ قرآن حکیم کی آیات کے صریح طور پر منافی تھا انہیں قطعاً شرم نہ آئی۔ قرآن پاک کا فرمان کتنا واضح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (آل عمران ۱۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ (بیر) جو سینے میں چھپائے ہیں اور بھی بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

اور سنئے

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ○ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ○ (النساء ۱۳۸، ۱۳۹)

ترجمہ: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت ساری اللہ کیلئے ہے۔

مزید دیکھئے آیت نمبر ۱۴۰ کا آخری حصہ اور ۱۴۱ کا پہلا حصہ

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ○ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ

قالوا الم نکن معکم صلے وان کان للکفرین نصیب لا قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المؤمنین ط

ترجمہ: بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ (یعنی فتح) ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہ بچایا۔

اس آیت پر غور کیجئے، منافقوں اور کافروں کا گٹھ جوڑ قرآن پاک کی نظر میں کیا ہے، یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے پاس جاتے ہیں، آخر کیوں؟ عزت لینے کے لئے؟ تو عزت کا مالک تو اللہ جل مجدہ ہے جسے چاہے اور جس کی چاہے عطا فرمائے۔

کافر اور منافق یہاں اکٹھے ہیں تو جہنم میں بھی اکٹھے ہوں گے۔ منافق وہی تو ہیں جو مسلمانوں کو فتح ہو تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ، اس لئے تم غالب ہوئے اور کافروں کی فتح ہو تو انہیں بھی یہی کچھ کہتے ہیں۔

ذرا سوچئے کیا یہی حال وہابی دیوبندی کانگرسی ملاؤں کا نہیں۔

یوں لگتا ہے جیسے دور حاضر کے احوال اللہ کے اس ابدی کلام میں وضاحت سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ پاکستان میں دیوبندی شور مچاتے ہیں کہ ہم پاکستان کے بانیوں میں سے ہیں حتیٰ کہ ذرائع ابلاغ میں اور نصاب کی کتابوں میں یہی شور ہے۔ اور یہی ہندوستان میں کانگرس کی کامیابی کا سبب بنتے ہیں۔

یہاں مفتی محمود اور فضل الرحمن کے باغیانہ جیسے عام مسلمانوں کی بے حمیتی کی بنا پر کہے گئے ہیں (یعنی یہ جرأت ان سے اس لئے صادر ہوئی ہے کہ سمجھتے ہیں مسلمان خوب غفلت کا شکار ہیں)

غور فرمایئے قرآن پاک کی اس تصریحات کے باوجود ان لوگوں کا گاندھی و نہرو کے ساتھ قلبی عشق ہوا اور پھر یہ (عشق) روز بروز زور پکڑتا گیا۔ حتیٰ کہ "من تو شدم تو من شدی" (یعنی گویا مقام فنا فی العشق تک پہنچ گئے) چنانچہ کسی نے گاندھی و نہرو کو برا کہا تو ان کے عشق مشرکین کی غیرت نے انہیں چپ نہ رہنے دیا۔ پھر انہیں اپنے جبہ و دستار کی پرواہ رہی نہ اپنے علم و فضل کی، اپنے بت پرست محبوبوں پر تن من دھن سے قربان ہو کر رہ گئے اور اپنے خدا پرست دشمنوں کے پیچھے پڑ گئے۔ کتنی پستی و ذلت ہے، بت پرست اپنے بتوں کے بندے اور یہ بت پرستوں کے (بندے) یعنی یہ ہیں بتوں کے بندوں کے بندے۔ ذرا یہ انداز ملاحظہ ہو۔ (چمنستان کا ایک اقتباس نذر کیا جاتا ہے)

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ احرار کی شریعت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ بخاری نے امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر کھانے والے ہیں ڈکٹیٹر۔ پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار میں اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے۔ غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں"۔ (چمنستان ص ۱۰۱)

نوٹ اس کے برعکس اوپر قائداعظم کی عظمت کے بارے میں گاندھی کے تاثرات دیکھ آئے ہیں)

اپنے 'ایمان' کو گواہ کر کے فرمایئے کیا کوئی اس صورت حال میں کہہ سکتا ہے کہ ان کے سینے میں بھی ایمان کا کوئی ذرہ باقی رہ گیا تھا، اور جن کے دل ایمان سے اس حد تک خالی ہو گئے تھے، کیا ان کی 'دانش ایمانی' سلب نہیں ہو گئی تھی؟ لہٰذا یہ لوگ عین وقت پر اسلام کے کیمپ کو چھوڑنے والے اور کفر کے کیمپ میں اپنا نام لکھوانے والے عقیدہ توحید و رسالت سے کٹ کر شرک و کفر کی ظلمات میں گم ہو گئے تھے۔ اگر سمجھ نہیں آتی تو سورۃ التوبہ اور سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیتیں پھر پڑھ لیں۔ اب ہاں یہ پاکستان کے قائداعظم کے اور مسلم لیگ کیلئے اسی لئے دشمن تھے کہ انہیں خدا و رسول (جل جلالہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رہ گیا تھا شیخ القرآن کہلانے کے باوجود ان کا قرآن پر ایمان نہیں تھا۔ خدا اور رسول (جل

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ○ (الفتح: ١٠)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○

(النساء: ١٥٠-١٥١)

نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

غور فرمایئے دورِ آخر میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا (وہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر) کے مصداق کون ہیں؟ کتاب انوارِ لاثانی میں لکھا ہے کہ ایک وہابی کو قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ نے انہیں آیت سے خاموش کیا تھا۔

میں کسی گستاخ رسول کو قرآن وسنت کے مطابق شیطان، حرامی یا اور کوئی ایسا لفظ کہتا ہوں تو اسی لئے کہ جو شخص امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام نہیں کرتا، میرے نزدیک وہ قطعاً قابلِ احترام نہیں اور جس بد بخت نے اپنی ناپاک تعلیم سے ہزاروں گستاخ تیار کئے ہیں اس کی ذلت ومذمت ومذمت کی تو انتہا ہی نہیں۔ گمان کے ایک غیر مؤدب بدزبان ملاں کے نزدیک مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سؤر تھے تو محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے ادبی کرنے والے اکیلا ہی لاکھوں کروڑوں اربوں بلکہ سؤروں کے برابر نہیں بلکہ بے حد زیادہ ہے، یہ تو وہ بارگاہ قدس پناہ عالی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے جس کی حاضری کے آداب خود خالق یکتا وشریک نے بھی خود سکھائے ہیں۔

یاد رکھو شیرانِ اسلام اور ان کے ترجمان 'کلینجہ' کا اصل مقصد یہی ہے کہ امت کو اس کے اصل مرکز یعنی محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے درِ اقدس کی طرف بلایا جائے اور جس جس نے اس مظہر ونائب پروردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غداری وبے وفائی کی ہے، اسے دن کی روشنی میں ننگا کیا جائے۔ ہاں ہاں جنہوں نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لحاظ نہیں کیا ہم ان کا لحاظ کیوں کریں، اور جو ہمارے آقا ومولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام نہیں کرتے ہم ان کا ادب واحترام کیوں کریں۔ ہمارے پیر دائم اقبال دائم مرحوم نے خوب فرمایا تھا

"پاویں کچھ وی ایں، اکھو وی ہمیں دائم جیکر حب سینے وچ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء دی ہمیں"

یقین رکھئے اس امت کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے دشمنانِ رسول کے ساتھ رواداری برتی اور ان کے علم، مولویت، لمبائی زہد وتقویٰ اور جبہ ودستار سے متاثر ہو گئے حالانکہ منافق ہر حال میں، ہر لباس میں اور ہر صورت میں منافق ہے یعنی اسلام کا داخلی دشمن اور غدار ہے۔ اسلام کو جتنا نقصان منافقوں نے پہنچایا ہے کھلے کافروں نے بھی نہیں پہنچایا اور اسی سے ان کی سزا بھی کھلے کافروں سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

چنانچہ ان قرآنی الفاظ پر غور فرمایئے

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۝ (النساء:۱۴۵)

ترجمہ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

کیا ہی غضب ہے، آپ کسی شخص کا ذرہ برابر دیکھ کر یہ غدار وفا نہیں، یقین کر لیتے ہیں کہ یہ شخص حضور مقصودِ کائنات، خلاصہ موجودات علیہ افضل واکمل التحیات کا غلام ہے اور روز بروز اس یقین کی بنا پر اس کی محبت آپ کے دل پر غالب ومسلط ہوتی جاتی ہے۔ پھر جب وہ دیکھتا ہے کہ آپ اس محبت میں گم ہو چکے ہیں تو پھر وہ یہ وار کرتا ہے اور آپ کے دل سے اسی محبوب اکرم ﷺ کی محبت نکالنے پر تل جاتا ہے جس کا غلام سمجھ کر آپ اس کے گرویدہ ہوئے تھے۔ کیا ایسا بے وفا اور احسان ناشناس کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ بے وفائی اور وہ بھی حضور رحمۃ للعلمین ﷺ سے۔ آپ اس کے ظاہر پر لوٹ ہو گئے اور اس نے آپ کے باطن میں لوٹ مچا دی۔ آپ نے اس پر قربان ہو ہو کر ایمان بھی قربان کر دیا۔ اس سے پہلے آپ ادب اور بے ادبی یا ایمان اور کفر میں امتیاز کر سکتے تھے مگر اب اس کی 'برکت' سے لَا یَشْعُرُوْنَ (یعنی انہیں شعور نہیں) والے گروہ میں شامل ہو گئے۔ کبھی آپ کے سامنے کوئی اور بھی آپ کے نبی اعظم واکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو آپ بیقرار ہو جاتے تھے، مگر اب آپ خود بے ادبی کرتے ہیں اور اہل ایمان کے سمجھانے کے باوجود آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ دیکھا صحبت بد نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، مگر آپ کو کیا سمجھ آئے گی۔ آپ کو تو شیطان کے ڈاکو نے ذہن نشین کرا دیا ہے کہ ادب شرک ہے اور گویا بے ادبی توحید ہے۔

بات ہو رہی تھی کہ اللہ غیور ہے اور اس کی غیرت کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ اس کے محبوب یکتا ﷺ کا کوئی بے ادب کسی دینی وایمانی

منصب پر فائز نہ ہو وہ تو بے ایمان ہے، البتہ مجتہد و مجدد تو ہر بات اطمینان سے ... شہید نے کمال بھی نہیں ... کیا آپ نے غور کیا السابقون الاولون (یعنی پہلے پہل ایمان میں سبقت لے جانے والوں) کے دور میں بھی السابقون الاولون (پہلے منافق) تھے زمرہ مسجد نبوی میں شانہ بشانہ نمازیں پڑھتے، کئی کئی جہادوں میں بھی شریک ہوئے مگر دنیا کی سب سے بڑی سعادت یعنی گنبد خضریٰ کے محبوب آقا ﷺ کی زیارت کے باوجود قرآن کی وعید ہے کہ پہلا گروہ جنت کے اعلیٰ درجے میں تو دوسرا گروہ دوزخ کے اسفل طبقے میں ہوگا۔ آخر کیوں؟ ایک ایمان والوں کا گروہ ہے تو دوسرا منافقوں کا، ایک کے دل میں ایمان ہے وہ اس کی ظاہری پہچان ہے۔ یعنی کہ ایک مؤدب رسول ہے اور دوسرا گستاخ رسول ہے۔ یہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہداء کہتے ہیں کسی منافق کو بھی شہید کہتے ہیں کہ احد کی جنگ میں مارا گیا تو کسی منافق کی قبر کی زیارت کو بھی جاتے ہیں، کسی منافق کو بھی رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں؟ نہیں نہیں اس لئے کہ حضور رسول نے انہیں ہر شرف سے محروم رکھا۔ کیا آپ نے کسی سے سنا یا کسی کتاب میں پڑھا کہ فلاں جگہ معاذ اللہ حضرت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی قبر مقدس ہے؟ آخر کیوں؟ قدرت کا قانون ہے (کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافقین کی قبروں کی پرواہ نہیں کی اور جب اسلام دشمن انگریزوں کی امداد سے منافقین کا دور کئی صدیوں کے بعد آیا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں پر بلڈوزر چلا دئے۔ شاید آپ اسے محض اس فقیر کا جذباتی ردعمل سمجھیں، نہیں نہیں یہ واقعی حقیقت ہے۔ کافر و منافق لوگ کافروں اور منافقوں کی قبروں پر جاتے ہیں اور مومن مومنوں کی قبروں پر۔ کیوں نہ جائیں، مومنوں کیلئے ان کے نبی محترم و معظم ﷺ کی سنت و ہدایت ہے کہ اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کریں تو کہیں

السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیة (مسلم)

ترجمہ: اس بستی کے مسلمان اور مومن رہنے والو! سلام علیکم، بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں

مگر کافروں منافقوں کو اہل ایمان کی قبروں سے کیا غرض ہے، وہ اپنوں کی قبروں پر جاتے ہیں اور آداب زیارت میں کوتاہی نہیں کرتے مثلاً حسب ضرورت وہاں پھول تک چڑھاتے ہیں جیسے امریکہ میں واشنگٹن (سابق صدر) کی قبر پر سعودی عرب کے موجودہ حکمران خاندان کے لوگ حاضر ہوتے رہے۔ پھر بتائیں گاندھی کی مڑھی کون جاتا تھا اور قرآن پاک پڑھ پڑھ کر اسے کون بخشتا تھا۔ تازہ ترین خبر بھی سن لیجئے۔ اس خبر کا ماخذ ادارے نے حضرت مولانا منتقی احمد مصباحی مدظلہ کا ایک مضمون ہے بعنوان 'شاہ فہد کی قبر سے استفتاء شرک یا ضمیر فروشی'، جو ماہنامہ اشرفیہ (مبارکپور، انڈیا) بابت نومبر ۲۰۰۵ء اور ماہنامہ اہل سنت (گجرات، پاکستان) بابت نومبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو

"وہابی حکومت نے اہل بیت و صحابہ کرام کے ساتھ جو ظلم روا رکھا، کاش کہ وہ اپنے لئے بھی وہی پیمانہ اپناتے، مگر افسوس کہ وہ اس پر قائم نہیں رہ سکے اور علامہ ارشد القادری اور علامہ مشتاق احمد نظامی علیہما الرحمہ نے وہابی مذہب کا جو تضاد اپنی کتابوں میں عیاں کیا تھا، وہی تضاد شاہ فہد کے معاملے میں بھی وہابی مذہب کے حوالے سے نظر آیا۔ چنانچہ شمارہ ۵ اگست روزنامہ ... کے صفحہ نمبر ۲ پر شاہ فہد کی قبر کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں سعودی حضرات شاہ فہد کی قبر کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر بڑے ادب کے ساتھ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ یہ خوبصورت اور روح پرور منظر دیکھ کر میرا سر چکرانے لگا اور سوچنے لگا کہ اپنے اور غیر میں اس قدر فرق ہوتا ہے، بات جب اپنے خاندان، ملک و قوم اور فرمانروا کی ہو تو فوراً (۱) قبر پر جانا (۲) قبر کے سامنے قیام کرنا (۳) قبر کے مواجہ میں ہاتھ اٹھانا (۴) ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا (۵) فاتحہ پڑھنا (۶) اپنی دعا سے میت کو فائدہ پہنچنے کا عقیدہ رکھنا (۷) قبر میں شاہ فہد کا زندہ ہونا

سب کچھ جائز ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک صفحہ کے لئے دی گئی تصویر میں صرف چند قبروں کی صورتیں ہی نظر آ سکتی ہیں، جبکہ عجب نہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرثیہ میں جو تصویر بیان کی گئی ہیں ... عجب ہے کہ شاہ فہد کی قبر کو تقریباً ایک فٹ بلندی سے زائد بلند رکھا گیا ہے جیسا کہ تصویر میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دونوں طرف دو پتھر بھی نصب کئے گئے ہیں جس کی بلندی ... ناقابل معافی جرم ہے، جس کا سہارا لے کر سینکڑوں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی قبروں کو سعودی علماء نے تاراج کر دیا اور انہیں زمین سے اس طرح پیوست کر دیا گیا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

خیر یہ تو اپنے اپنے تعلق اور اپنے اپنے بس کی بات ہے۔ مسلمان ہیں ... اپنے بڑوں کی۔ یہ الگ بات ہے کہ جن قبروں پر اہل ایمان جاتے ہیں وہاں رحمتوں کی برسات ہوتی ہے اور جہاں ... نہیں وہاں قہر و غضب ... ہوتی ہے۔ قبروں کی دو قسمیں ہی حدیث پاک میں وارد ہیں۔

القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار (ترمذی شریف)

ترجمہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ہاں ہاں جس نے وعدہ کے محبوب محمد علیہ التحیۃ والثناء سے وفا کی اس کے لئے سب کچھ اور جس نے بے وفائی کی اس کا کچھ بھی نہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا کافر ان سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

پہچان کے مواقع: حقیقت یہی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا، اللہ غیور کی غیرت کا یہ ایک اہم تقاضا ہے کہ وہ اپنے محبوب برحق ﷺ کے بے ادبوں اور منافقوں کو کوئی روشن کارنامہ سر انجام دینے کی توفیق نہیں دیتا۔ بلکہ جب انہیں مسلمان کسی آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں، منافق بھی کوئی کیفیت میں اور کٹر دشمنوں کا کردار بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں ان کے عمومی طرز فکر اور طرز عمل کا علم نہیں ہوتا اور بسا اوقات ان کی پہچان نہیں کر سکتے، مگر ایسے نادر موقع پر وہ بھی ان کو پہچان لیتے ہیں اور پھر ان سے بچ جاتے ہیں۔ برصغیر میں نفاق و منافقت کی پہلی بنیاد اسمٰعیل دہلوی تھا، اس کا طرز فکر ہی نہیں، طرز عمل اور طرز گفتگو بھی اس کے ناپاک عزائم کا تعارف کرا دیتے تھے چنانچہ اس بات سے ہر باشعور شخص سمجھ جاتا تھا کہ اس درویش قلندر کے اندر انگریزی روح ناچ رہی ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے خاندان کے افراد جو اس وقت موجود تھے، بلکہ اس کی مخالفت کی دہلی کے سب علماء اکٹھے ہو کر جامع مسجد کے مناظرے میں ذلیل کیا اور اس سے توبہ کرائی مگر پھر بھی گلیوں بازاروں میں اس کا شور شر باوہی رہا کیونکہ اس کے خریدار بڑے طاقتور حکمران تھے۔ بہرحال جس موقع پر قوم کو متحد و منظم کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس وقت تقریباً بارہ صدیوں سے چلے آنے والے عقائد اسلام کے خلاف پہلی بار ... حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی تھی کہ علیم ... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کا پورا خاندان کا غدار اور غیر وفادار ہے۔ پھر ایک دور ... موقع جس پر اپنے بیگانے اور مومن و منافق کی پہچان ہوتی تھی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تھی۔ حضور پر نور ﷺ کے غلام کفن بردوش ہو کر اسی جوش سے انگریز غاصبوں کے خلاف ولولہ و ہمت کے نئے باب رقم کر رہے تھے، جبکہ گستاخان رسول پھر دشمن کے ساتھ تھے۔ غرض یہ بھی ایک موقع تھا اہل وفا اور اہل جفا کی پہچان کا، پھر دشمن کا تسلط قائم ہو گیا تو ظلم و ستم کا نیا دور شروع ہوا جس سے اہل ایمان کو گوناگوں مصائب و مسائل سے دوچار کیا مگر ضمیر فروش علماء بڑی ڈھٹائی سے مسلمانوں کے آقاؤں کی رضا کے مطابق کبھی جہاد کے خلاف اور کبھی ان کی حمایت پر جھوٹی فتویٰ فروشی کر کے مراعات اور اسناد بٹتے رہے، اور کرنے والوں کو اس سے بھی حالات کا علم ہو جانا چاہئے تھا، پھر انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت شروع ہوئی تو گاندھی کی تحریک اور نہرو رپورٹ کا سیاسی کھیل شروع ہوا۔ ان دو قوتوں کے مقابلے میں مسلم لیگ قائد اعظم کی قیادت میں اپنے پاؤں پہ کھڑی ہوئی تو ایک مدت سے اسلام کا نام لے کر ایمان فروشی کرنے والے منا

پھر مخالفوں کے ساتھ مل گئے۔ اس سے بھی ان کی پہچان آسان ہوگئی۔ پھر جیسا کہ وہ گزرا بعض صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی اور وہاں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ ایسے جبہ و دستار والے غدار پھر بھی کانگریس سے چمٹے رہے تو ان (منافقین) کو پہچاننے کا یہ ایک اور شاندار موقع تھا۔ پھر پاکستان کے قیام کی تحریک زور پکڑتی تو ان کی طرف سے مخالفت بھی زور پکڑتی۔ گویا قوم کو پھر دشمن شناسی کا موقع ہاتھ آگیا۔ بہت سے حضرات خوش بخت نے اس سے فائدہ اٹھایا اور دوست دشمنوں کو اور ان کے غلاموں کو پہچان گئے۔ اب پاکستان بنا تو غداروں نے اپنے ماضی سے کوئی سبق سیکھا تو یہ سیکھا کہ اسلام کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حضور توبہ نہیں کرنی بلکہ مزید منظم ہو جاؤ بلکہ مسلح ہو جاؤ۔ اسمبلیوں میں جاؤ اور پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرو، اسلحہ اکٹھا کر کے جہاد کشمیر و جہاد افغانستان کا نام لے کر پیسہ وصول کرو اور پھر پاکستان پر قبضہ کر کے بھارت سے جغرافیائی سرحدیں ختم کرنے کی کوشش کرو تاکہ جن بت پرستوں کو قومی بھائی بنایا تھا آج پھر ان کی کچھ خدمت ہو سکے۔

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ان کی ساری زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام سے ان کی وفاداری کبھی نہیں رہی۔ جب یہ بانی اسلام ﷺ ہی کے بے ادب و گستاخ ہوئے تو اسلام کے کیا لگتے تھے۔ پھر دیوبند کے علاوہ میں اکا دکا ایسا بھی تھا جس نے تحریک پاکستان کے نازک موقع پر پاکستان کا ساتھ دیا مگر یہ وہ لوگ تھے جو ان کے گروہ میں شامل ہونے کے باوجود میری طرح کی نفرت رکھتے تھے یا اس کی طرح گستاخ و بے ادب نہیں تھے۔ مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی ہونے کے باوجود ان کی طرح اسلام کے دشمن نہیں تھے۔ پھر انہوں نے مسلم لیگ کے حق میں آواز اٹھائی تو انہیں دیوبند سے نکال دیا گیا۔ ان کے خلاف ان کے شاگردوں نے جلوس نکالے، انہیں گالیاں دیں اور قتل تک کے منصوبے بھی بنائے۔ اہل حدیث ہونے والوں میں مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی مسلم لیگ کے ساتھ تھے اور کون نہیں جانتا کہ مولانا کا خصوصاً آخری زمانہ ادب و تعظیم اور تصوف میں رنگا ہوا تھا (ان کے ایک جواب کے مطابق وہ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کی نظر سے گھائل ہو چکے تھے۔) چنانچہ ان کی کتاب 'سراجاً منیرا' بھی اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔ غیر مقلدین کے ساتھ رہ کر بھی وہ حضور پر نور ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے ایمان کے قائل تھے اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کا احترام کرتے تھے (جیسا کہ سیرت المصطفیٰ اور تاریخ اہل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے)

مختصر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی ہمارا اصل معیار ہے جو ہمارے اللہ نے اور ہمارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔
چنانچہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۚ (مجادلہ ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

کتنا واضح حکم ہے کہ اگر عزیز سے عزیز اور محترم سے محترم رشتہ دار بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مخالف ہو حتیٰ کہ ماں باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اس سے بھی محبت و دوستی کرنا مرد مومن کی شان نہیں اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ان کی مخالفت کرنے کے باوجود تمہاری محبت میں کوئی فرق نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یعنی مومن ہی نہیں ہو۔

فرمائیے! جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں کھلم کھلا گستاخیاں کرنے والوں اور گاندھی و نہرو کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کو پیر، استاد، باپ یا بھائی سمجھ کر برداشت کیا، کیا انہیں قرآن پاک کی رو سے مومن کہا جا سکتا ہے۔ کتنے دیوبندی تھے جنہوں نے قاسم نانوتوی کو اس بنا پر چھوڑ کر اس نے خاتم النبیین کا ترجمہ معنی ایجاد کیا اور کتاب و سنت کی تصریحات کے برعکس یہ تصور دیا کہ بالفرض حضور پر نور ﷺ کے زمانے میں یا بعد میں کوئی نبی مبعوث ہو جائے تو خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ہاں اس سارے قبیلے میں صرف ایک سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے اپنے امام کے خلاف بھرپور احتجاج کیا، باقی سب تائید کرتے رہے۔ پھر کتنے مرید تھے جنہوں نے رشید احمد گنگوہی سے اس بنا پر بائیکاٹ

کیا کہ اس نے ہر مسلمان کو رحمۃ للعالمین کہنا جائز قرار دیا تھا۔ اشرف علی تھانوی کے کتنے عقیدت مند گول تھے جو اس وجہ سے اس کے خلاف ہونے کہ اس نے اپنے ایک مرید کی "اشرف علی رسول اللہ" کہنے پر حوصلہ افزائی کی تھی اور کتنے ایسے عقیدت مند تھے جنہوں نے خلیل احمد انبیٹھوی کو اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ اس نے (معاذ اللہ) اپنے اکابر کی طرح اللہ تعالیٰ کے امکان کذب کی بات کی اور حضور پرنور ﷺ کے لئے دیوار کے پیچھے کے علم کا انکار کر کے شیطان کے لئے روئے زمین کے ذرے ذرے کے علم کو نص سے ثابت کرنے کی کوشش کی، بلکہ کتنے تھے جو دیوبندی تھے جنہوں نے اپنے امام اسمٰعیل کے گستاخی نامے یعنی تقویۃ الایمان سے بیزاری کا اظہار کیا ہو۔ اور اس کے نظریہ امامت اور ولی ماضی کے تصور کی تردید کی ہو۔

میرے دوستو! اب سب تو ایجاد اور من گھڑت عقائد کے خلاف پہلے پہل اسمٰعیل دہلوی کے اس کے اپنے خاندان میں شاہ رفیع الدین کے صاحبزادوں نے دوسرے علمائے دہلی خصوصاً مجاہد جنگ آزادی حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کو ساتھ ملا کر مخالفت کی، پھر دوسرے دور میں سب سے زیادہ جاندار تعاقب حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (علیہم الرحمۃ) نے کیا۔ ذرا سوچئے اگر صوفیہ کی خانقاہیں اہل دل کے آستانے اور علمائے حق نہ ہوتے تو آج قومی عقائد و نظریات کا نقشہ کیا ہوتا۔ کتنے بلند ہمت لوگ تھے جنہوں نے اس قسم کے ضمیر فروش اور ایمان فروش ملاؤں کی سازشوں اور ان کو خریدنے والے اسلام دشمن انگریز حکمرانوں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اللہ انہیں نفوس قدسیہ پر اسلام کو ناز ہے اور یہی اصل میں وارثان مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کہلانے کے مستحق ہیں۔ ذرا سوچئے تو قاسم نانوتوی، رشید گنگوہی اور تھانوی بھی مولوی کہلاتے ہیں اور فضل حق خیر آبادی، احمد رضا خاں بریلوی، فیض احمد بدایونی علیہم الرحمۃ بھی مولوی ہیں۔ ہمیں اول الذکر مولویوں سے بیر کیوں ہے اور آخر الذکر حضرات سے عقیدت کیوں ہے، محض اس لئے کہ اول الذکر ملاؤں نے اپنا علم و فضل انگریزوں اور ہندوؤں کے جوتوں پر قربان کر دیا اور موخر الذکر حضرات نے اپنی متاع حیات اللہ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کی ناموس پر نثار کر دی۔ اور یہی طرز محبت ہے جس کو حضور پاک اللہ ﷺ نے سراہا ہے چنانچہ کہیں فرمایا

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ (ابوداؤد)

ترجمہ سب سے افضل عمل ہے اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض

اور کہیں فرمایا

إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ (احمد، ابوداؤد)

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ کے لئے ہی محبت کی جائے اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا جائے۔

واللہ مجھے اپنے پیر شہنشاہ ولایت حضور قبلہ لاثانی قدس سرہ سے صرف اس لئے محبت ہے کہ ان کے در سے مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی، قرآن پاک کی اور دین والوں کی محبت ملی۔ انہیں اپنی مدح کا ایک جملہ سننا بھی گوارا نہیں تھا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمد و نعت اور محبوبان خدا کے مناقب سن کر خوش ہوتے تھے، یہی حال ان کے موجودہ وارث و جانشین حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف کا ہے۔ جو چاہے دربار اقدس میں حاضر ہو کر دیکھ لے۔

• • •

گذارش برائے دعائے صحت

یہ بات بڑی پریشان کن ہے کہ زبدۃ الواصلین فخر الکاملین مزین المدققین، پاسبان مسلک رضا پیکر صدق و صفا حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب سرپرست اعلیٰ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ ایک عرصے سے علیل ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کریں۔ اللہ ارحم الراحمین اپنے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت عامہ کے طفیل ان کا سایہ اہل سنت کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین (ادارہ)

رحمان شیراز سلام "ماھنامہ محدث حقیقہ"

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط: 59

محمد حسین آسی

(نوٹ: غزوۂ خندق کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے چند گوشوں کا ذکر بھی ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ کائنات کے سب سے اعظم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان قوم کے خوابیدہ جذبات کی بیداری کا باعث بنے اور فکر و نظر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو عشق و ایمان کے اجالوں میں تبدیل کر دے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ موجودہ حکمران عوام کو جس ڈگر پر چلا رہے ہیں اس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اس ضمن میں مفکر پاکستان حضرت حکیم الامت علامہ اقبال کی یہ ہدایت ہمیشہ اہل پاکستان کے پیش نظر رہنی چاہیے تھی مگر افسوس بوجوہ ایسا نہ ہو سکا

بمولِ کوش مانندِ مہ نو — درین نیلی فضا ہر دم فزوں شو

مقامِ خویش گر خواہی درین دیر — بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو (علیہ التحیۃ والثناء)

اس مختصر تحریر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے 'عقیدۂ رسالت' کی کچھ جھلکیاں بھی علم و تحقیق کے مسافروں کے لیے نشانِ راہ کا کام دے سکیں گی۔ آسی)

یہودیوں کی فسادانگیز فطرت اور غزوۂ خیبر کا پس منظر یہودی قوم آغاز ہی سے مفسد و فتنہ انگیز رہی ہے۔ اس کی ساری تاریخ کفر و شرک، فسق و فجور، کفرانِ نعمت، تمرد و سرکشی، بغض و حسد، قتل و غارت، حق اور ظلم و ستم کی داستان ہے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے محسن سے بار بار بغاوت کی۔ وہ طور پر گئے تو انہوں نے بچھڑے کو خدا مان کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ جہاد کا حکم ہوا تو صاف انکار کر دیا۔ من و سلویٰ اترا تو انہوں نے ساگ پات کا مطالبہ کر دیا۔ تورات مقدس کے واضح احکام کو پس پشت ڈالا، سینکڑوں انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا۔ سبت کی بے حرمتی کی۔ چنانچہ بار بار سزائیں دی گئیں۔ کبھی بندر بنا دیے گئے اور کبھی بدترین غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ مگر افسوس ذلت و رسوائی کے گھپ اندھیروں میں ڈوب کر بھی انہیں ایمان و اخلاص اور تسلیم و رضا کے سویروں کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ یہی اس تاریک ترین فطرت کی بنا پر یہ مغضوب قوم قرار دی گئی اور قرآن پاک نے جب فاتحۃ الکتاب میں اپنے بندوں کو دعا کا طریقہ سکھایا تو آخر میں فرمایا

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ (الفاتحہ ۷)

ترجمہ: نہ ان کا (راستہ ہمارے لیے مقدر فرما) جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

جمہور مفسرین کے نزدیک مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ سے مراد یہودی اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں حضور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ ساری کائنات کیلئے رحمت (رحمۃ للعالمین) بن کر جلوہ فرما ہوئے تو یہ خاندان مستحق ہوئے تو انہیں از حد اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی صدیوں پرانی تاریخ سے سبق سیکھ کر تلافی مافات کرنی چاہیے تھی اور تورات مقدس کی واضح ترین نشانیوں کی روشنی میں پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو پہچان کر سب سے پہلے

اس کا حلقہ بگوش ہونا چاہیے تھا۔ مگر افسوس!

جنھیں ہو اور باد ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

کے مصداق انھوں نے اچھی طرح پہچان کر بھی اس نورِ مجسم علیہ التحیۃ والثناء کے انوار سے اپنی شقاوتوں کو سعادتوں سے بدلنے کی کوشش نہیں کی۔ حضور پرنور سرکار رحمۃ للعالمین ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی یہود سمیت شہر اور دوسرے تمام قبائل سے امن کا معاہدہ فرمایا اور انہیں مکمل طور پر مذہبی آزادی سے نوازا۔ مشرکین یثرب کی طرح یہودیوں کی باہمی خرابیوں کا بھی خاتمہ ہوگیا اور پورے طور سے امن و امان کی فضا قائم ہوگئی۔ مگر ان بدبختوں نے حضور پرنور ﷺ کی رحمت و شفقت کا جواب ہمیشہ محسن کشی اور غداری و شرانگیزی سے دیا۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں، غزوہ بدر کے موقع پر یہودیوں کے قبیلے بنو قینقاع نے فتنہ کھڑا کیا اور انھیں صرف شہر بدر کیا گیا۔ غزوہ احد کے بعد بنو نضیر دوسرے تھے کا اچھا موقع تلاش کیا اور انھوں نے معاذ اللہ اپنی بدترین شرارت سے شمع نبوت ﷺ کو بجھانے کا ناپاک عمل تیار کر لیا۔ بہرحال انھیں بھی یہاں سے ان کی خواہش کے مطابق نکلنے کی اجازت دی گئی اور یہ خیبر میں مقیم ہوگئے۔ اب ان کی شرارتوں اور فسادوں میں مزید اشتعال آگیا اور انھوں نے قریش مکہ کو مجبور کیا وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے آمادہ کر لیا۔ مشہور روایت کے مطابق انھوں نے اس حد تک ذلت اختیار کی کہ بت پرستوں کو اہل اسلام کے مقابلے میں برتر بھی بتایا اور انہیں خوش کرنے کیلئے خود بھی بتوں کو سجدہ کر دیا۔ یہ لوگ بے مذہب سے بھی انحراف کر چکے تھے۔ جب قریش اور دوسرے قبائل کا لشکر جرار مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، یہودیوں کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ بھی حی بن اخطب (سردار بنو نضیر مقیم خیبر) کے کہنے پر ان کے ساتھ ہو گیا اور جب انھیں سمجھانے اور معاہدہ یاد دلانے کی کوشش کی گئی تو انھیں صاف انکار کر دیا بلکہ غداری کا حق ادا کر دیا۔ خیال رہے کہ یہ سب کچھ اس حال میں ہو کہ ان کو یقین تھا حضور پرنور ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ ذرا سوچئے اس یقین کے بعد گویا ان کی لڑائی حضور پرنور ﷺ سے نہیں تھی، اللہ قادر مطلق کے ساتھ تھی اور ان کی سرکشی حضور پرنور ﷺ سے ہی نہیں تھی، موسیٰ علیہ السلام اور تورات مقدس سے تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ اللہ کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے تھے و معاذ اللہ یہ سمجھ کر کھڑے ہوئے تھے کہ ہمارے مقابلے میں اللہ کی قدرت و نصرت بھی اپنے بے برگزیدہ اور آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام نہیں آسکتی۔ ان کی اس باغیانہ ذہنیت کا تقاضا تھا کہ ان کی پہلی تاریخ مغضوبیت کو دہرایا ہی نہ جائے بلکہ ان کو رہتی دنیا تک کیلئے نشانِ عبرت بنا دیا جائے۔ مگر ان کی سرکشی کے باوجود اس کائنات کی نہایت چمکتی ہوئی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا محبوب اعظم و اکرم ﷺ سراپا رحمت و شفقت ہے۔ چونکہ ایک مجرم کو سزا دینے سے کئی لوگ سبق سیکھ کر جرم و طغیان سے باز آجاتے ہیں اور یہ سزا بھی دوسروں کے لئے رحمت بن جاتی ہے لہٰذا یہ بھی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا تقاضا تھا کہ ایسے عادی باغیانِ خدا جو خدا کی تقدیر کے مقابل آئیں۔ جو اپنے ہی نبی (موسیٰ علیہ السلام) کے نافرمان ہوں اور اپنی ہی کتاب تورات کو پس پشت ڈالیں ان کے بدترین کرتوتوں کی کم از کم سزا تو ضرور دی جائے۔

صلح حدیبیہ کے اثرات ان باغیانِ خدا کو سزا کون دے، ظاہر ہے جو خدا کا نائب اعظم، کائنات کا اس کے فضل سے مالک، مختار اور ارض و سما کا سپہ سالار ہے، اس منصب عظیم کا وہی اہل ہے۔ اس کی فوج ہی اللہ کی فوج ہے اور اس کا ہر سپاہی اللہ کا سپاہی ہے۔ ہر سپہ سالار اپنی فوج کا حوصلہ بلند کرنے کیلئے اس کو روشن مستقبل کی امید دلاتا ہے اور اس سے کچھ وعدے کرتا ہے، اس پس منظر میں جب ہم سورۃ الفتح کی ان آیات پر غور کرتے ہوں تو دل جھوم جھوم اٹھتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ

اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (فتح ۱۸،۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے

دلوں میں بے قوت پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

اس کے بعد کی آیات میں بھی ایسے ہی خوشنما اور روشن مستقبل کے وعدے ہیں۔ یہ ساری سورۃ الفتح صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے راستے میں نازل ہوئی۔ بات دراصل یہ تھی کہ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں کمزوری اور مغلوبی کی علامت تھیں چنانچہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے ایمان اور اخلاص کے باوجود افسردہ و پژمردہ تھے۔ وہ پورے خلوص کے باوجود خداوند قدیر و حکیم اور حضور محبوب خبیر و علیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسرار کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تھے، دوسروں اور خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی پریشان ہو گئے تھے۔ اس موقع پر عکس آئینہ جمال رسول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت اور صبر و سکون ازحد ایمان افروز اور نصیحت آموز ہے۔ (اس کا ذکر بعد میں آتا ہے) اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب مکرم و معظم ﷺ کے غلاموں کو تسلی دیتے ہوئے سورۃ کا آغاز ہی یہ فرمایا کہ سب کے غم غلط ہو گئے اور افسردگی و پژمردگی کی بجائے مسرت و تہنیت کا سماں بندھ گیا۔ سب غلام اپنے آقا و مولا ﷺ کو مبارکباد دینے لگے اور سورت کیا اتری، مسلمانوں کو دین و دنیا کی بشارتوں کی نوید مل گئی۔ چنانچہ پہلی ہی آیت تھی

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ (الفتح: 1)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی

گویا صلح حدیبیہ اپنے ثمرات و برکات کے اعتبار سے فتح ہی نہیں فتح مبین ہے اور آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ۔ اب آیئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی طرف۔ ضیاء الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی فتح، فتح حدیبیہ سے بڑی نہیں۔ لیکن لوگوں کی عقلیں اس راز کو سمجھنے سے قاصر تھیں جو محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کے رب کے درمیان تھا۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں کی طرح جلد بازی نہیں کرتا یہاں تک کہ سارے امور اپنے انجام تک پہنچ جائیں۔ آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر سہیل بن عمرو کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ قربانی کر کے جانور ذبح کر رہے تھے تو وہ جانوروں کو پکڑ کر حضور ﷺ کے قریب لے آتا تھا اور جب حجام نے حضور سرور عالم ﷺ کا حلق کیا تو میں نے دیکھا وہی سہیل ان موئے مبارک کو چن رہا ہے اور میں دیکھتا تھا کہ وہ انھیں اپنی آنکھوں پر رکھتا تھا۔ اس وقت مجھے سہیل کا وہ انکار یاد آگیا جو حدیبیہ کے دن اس نے کیا تھا۔ بسم اللہ شریف لکھنے سے بھی اس نے انکار کیا اور محمد رسول اللہ لکھنے سے بھی اس نے انکار کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس بات پر حمد و ثنا کی جس نے اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔

فَصَلَوٰتُ اللّٰهِ تعالیٰ وَبَرَكَاتُهُ عَلٰى نَبِيِّ الرَّحْمَةِ الَّذِيْ هَدَانَا بِهٖ وَاَنْقَذَنَا بِهٖ مِنَ الْهَلَكَةِ

"اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، اس نبی رحمت پر جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں ہلاکت سے نجات عطا فرمائی"۔ (ضیاء النبی جلد ۴)

یہودیوں کے ناپاک عزائم ذرا سوچئے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اکرم و معظم ﷺ کے جن اسرار کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے پاک دل و پاکباز حضرات نہیں سمجھ سکے اہل باطن و بدسرشت یہودی کیا سمجھتے۔ انھوں نے اور ان کے ہمنواؤں نے یہ سمجھا کہ صلح حدیبیہ کر کے مسلمانوں نے اپنی کمزوری کو تسلیم کر لیا ہے، ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں اور اب انھیں توحید اور اسلام کی سزا دینا مشکل نہیں۔ اس سے پہلے بھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہودی اہل ایمان کو پریشان کرنے اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے بلکہ رات دن ان کے خلاف سازشوں کے جال

میں لگے رہتے تھے۔ غزوۂ خندق کے بعد جب اکثر و بیشتر کفار و مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے تو بھی یہودی شدو مد سے سرکشی میں وہی طرح ڈالے اور انھوں نے قریش مکہ سے ساز باز کر کے انھیں اس حد تک منوا لیا کہ اگر مسلمان خیبر کی طرف رخ کریں تو قریش پیچھے سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں گے اور اگر وہ قریش پر حملہ کریں تو یہودی مرکز اسلام کو معاذ اللہ تہس نہس کر دیں گے۔ صلح حدیبیہ سے انھیں قریش مکہ سے تو مایوسی ہوگئی مگر غطفان جو پہلے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر ناکام ہونے تھے ان کے ساتھ متفق تھے۔ علاوہ دوسرے قبائل کو بھی ساتھ ملانے کی تگ و دو کرتے جاتے تھے۔ ان کے اپنے جنگجو بھی ایک روایت کے مطابق بیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ کہتے ہیں ہر روز تقریباً سوسے دس ہزار یہودی قلعوں سے نکل کر کے میدان میں پریڈ کرتے تھے۔

ہادیٔ اعظم ﷺ کی بصیرت

ایسی صورت حال میں کچھ دیر توقف کرنا بھی ریاست کے باغیوں کو مہلت دینے اور جنگی تیاریوں کے لئے موقع دینے کے مترادف تھا۔ کائنات کے ہادیٔ اعظم ﷺ سے زیادہ اس (صورت حال) کا احساس کس کو ہو سکتا تھا۔ چونکہ اللہ نے فتح قریب اور غنائم کثیرہ کا وعدہ بیعت رضوان والوں یعنی شرکائے حدیبیہ سے فرمایا تھا۔ اس لئے حضور انور ﷺ نے ان کے سوا کسی اور کو ساتھ لے جانا زیادہ مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ اعلان کر دیا کہ ان کے علاوہ وہی ساتھ جائیں جو مال غنیمت کیلئے نہیں بلکہ کلمۂ حق بلند کرنے کیلئے جانا چاہیں۔ چنانچہ آپ جانثاروں کے ساتھ (یعنی چودہ سو پیادوں اور دو سو گھوڑ سواروں) خیبر جو مدینہ منورہ سے ۹۰ میل کے فاصلے پر تھا کی طرف روانہ ہو گئے اور تین راتوں میں منزل مقصود پر نہایت رازداری کے ساتھ پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ انصاری یا بقول ابن ہشام یا نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہما کو نائب مقرر کیا۔ اس سفر میں ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو معیت کا شرف بخشا گیا۔

بنو غطفان خیبر والوں کا ساتھ دینے کیلئے ایک منزل طے کر چکے تھے تو انھیں ایک شور سنائی دیا جیسے ان کے اہل و عیال پر کسی نے حملہ کر دیا ہو اس لئے وہ پریشان ہو کر لوٹ گئے۔ ایک روایت کے مطابق خود حضور اکرم ﷺ نے بھی ایک دستہ ان کی طرف بھیج دیا تھا کہ انھیں خیبر کی طرف جانے کا حوصلہ نہ ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدۂ رسالت

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

غزوۂ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے ہوئے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے حضور میں رجز پڑھتے چلے

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا — وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَيْنَا — وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا — وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

ترجمہ: خدا گواہ ہے یا رسول اللہ اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے تو بخش دیجئے

ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریں اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں، ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بطرق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرع از زیادات صحیح مسلم و امام احمد سے ہے۔ (الامن والعلیٰ حدیث ۹۳۔۱۲)

اس کے بعد اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ارشاد الساری (شرح بخاری از امام قسطلانی قدس سرہ) کے حوالے سے ثابت کیا کہ یہ خطاب حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں ہے اللہ جل مجدہ سے دعا نہیں۔ اس کی دلیل امام صاحب کے نزدیک ہے فداء لک (یعنی تجھ پر فدا)۔ یہ لفظ اللہ کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا (آپ کے الفاظ میں اِذْ لَا يُتَصَوَّرُ اَنْ يُّقَالَ مِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ لِلْبَارِيْ تَعَالٰى وَقَوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ لَمْ يَقْصُدْ بِهَا الدُّعَاءَ

والمعنا افتتح الکلام یعنی یہ کلام کا باری تعالیٰ کے لئے تصور بھی نہیں ہو سکتا اور استفہام سے یہ کا مقصود ہو نہیں تو بلکہ برکت کے لئے آغاز کلام کیا گیا)

اصل میں فدا کا لفظ اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کسی کو بچانے کے لئے اپنی جان قربان کرنا مطلوب ہو ظاہر ہے اللہ کے لئے یہ مفہوم محال ہے) حضرت شیخ محقق سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی مدارج النبوت میں یہی ارشاد فرمایا ہے۔ اس بحث میں آپ کا یہ جملہ ارشاد قابل حفظ و غور ہے۔

"اگر ایں دعا و سوال از حضرت رسالت کہ وکیل و سفیر جناب عزت و قدرت ست و بدست تصرف و حکم اوست تدبیر کار و زمام اختیار اگرچہ فاعل حقیقی اوست تعالیٰ شانہ پس در حقیقت ایں معنی راجع است بتاویل و احتمال اخیر و ہیچ احتیاج بتقدیر در کلام نیست فافہم وباللہ التوفیق۔"

رہ گیا یہ کہ بخشنے اور ثابت قدم رکھنے کے تصورات کیا غیر خدا کے ساتھ قائم کئے جا سکتے ہیں تو اس مضمون کی ابتدائی قسطوں میں قرآن پاک کی آیت سے اس قسم کے خدشات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ویسے بھی جسے اللہ نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے (ﷺ) اس سے نہ مانگنا اسے رحمۃ للعالمین نہ ماننے کی دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے خدا کو سجدہ تو فرشتے اور شیطان سب کرتے تھے مگر اصل سجدہ کرنے والا کون ہے اس کا امتحان سجدہ آدم علیہ السلام سے ہوا۔ جس نے اللہ کے خلیفے کو سجدہ کیا اس کے پہلے سجدے بھی قبول اور جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اس کے پہلے سجدے بھی نامقبول۔ اسے ذہن نشین کر لیا جائے تو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ رب سے اصل مانگنے والا وہی ہے جو اس کے حبیب رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مانگتا ہے، اور جو ان سے نہیں مانگتا وہ در اصل اس سے بھی نہیں مانگتا۔ دور اول کے مومنین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور منافقین میں یہ ایک بہت بڑا فرق تھا۔

یہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا رجز تھا۔ اب آگے واقعہ سنئے۔ حضور پرنور ﷺ نے آواز سنی تو فرمایا مَنْ هٰذَا السَّائِقُ (یہ کون اونٹوں کو رواں کرتا ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عامر بن اکوع۔ حضور ﷺ نے فرمایا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ (اللہ اس پر رحمت کرے) مسند احمد و صحیح مسلم کی روایت کے مطابق فرمایا غَفَرَ لَكَ رَبُّكَ (تیرا رب تیری مغفرت فرمائے)۔ ایسے مواقع پر حضور پرنور ﷺ کا کسی کیلئے یہی دعا فرمانا اس کی شہادت کا سبب بن جاتا تھا) چنانچہ ایک صحابی نے اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی

وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهٖ

ترجمہ (اس کے لئے شہادت) واجب ہو گئی۔ حضور نے (اسے زندہ رکھ کر) کیوں نہ ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے دیا

چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ خیبر میں شہید ہو گئے۔

دیکھا آپ نے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کے اختیارات و تصرفات و کمالات کے بارے میں دلوں کا تصور اور صحیح عقیدہ۔ اس حسن عقیدت کو سامنے رکھئے اور دور حاضر کی فرقہ وارانہ فضا میں فیصلہ فرمائیے کس کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے۔

دسترخوان بچھتا ہے حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے خیبر کے قریب ہی مقام صہبا میں عصر کی نماز ادا کی۔ پھر دسترخوان بچھا کر کھانا لایا گیا۔ ستو کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہی ستو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ اور سارے لشکر اسلام نے تناول فرمائے۔ پھر کلی کر کے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

مذہب اور اس کی حقیقت پر غور کرنے والے، مسلمانوں کی بے سر و سامانی، ان کے جذبۂ عشق، ان کے شوق جہاد اور پھر سب سے زیادہ ان کے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کے حسن مساوات پر غور کریں۔

حدود خیبر میں داخلے کے وقت کی دعا لشکر اسلام حدود خیبر میں داخل ہوا تو سپہ سالار اعظم ﷺ نے سب کو ٹھہرا کر یہ دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ	اے اللہ ساتوں آسمانوں کے اور جن پر ان کا سایہ ہے، ان سب کے رب
وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ	اور ساتوں زمینوں کے اور جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان سب کے رب
وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ	اور اے شیاطین کے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کے رب
وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ	اے ہواؤں کے اور جنہیں وہ اڑاتی ہیں ان سب کے رب
فَاِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرِ اَھْلِھَا وَخَیْرِ مَا فِیْھَا	سو ہم تجھ سے اس بستی کی خیر، اس کے باشندوں کی خیر اور اس کی ہر چیز کی خیر مانگتے ہیں
وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا	اور اس کے شر سے، اس کے باشندوں کے شر سے اور اس کی ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں

اس دعائے خیر پر غور کیجئے اور عقیدہ توحید کی وضاحت کے علاوہ زور کلام اور فصاحت و بلاغت پر بھی غور کیجئے۔

حضور جان خیر ﷺ یہ دعا مانگ کر کسی بستی میں داخل ہوتے تھے، چنانچہ یہ دعا مانگی تو فرمایا اُقْدُمُوْا بِسْمِ اللّٰہِ بڑھو اللہ کا نام لے کر

ایک عجیب تصرف یہودیوں کو یقین تھا کہ مسلمان کبھی ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے ان کی دس ہزار جنگجوؤں کے لشکر جرار اور اسلحہ کے ذخیروں پر نظر تھی۔ ہر صبح ان کا لشکر پریڈ کیلئے جمع ہوتا اور وہ اسے پانچ دس ہزار دیکھ کر کہتے

مُحَمَّدٌ یَغْزُوْنَا ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ

(کیا محمد ﷺ ہم پر حملہ کریں گے، ناممکن، ناممکن)

مگر حضور پرنور ﷺ کی تشریف آوری کی رات وہ نیند کے خمار میں بے سدھ پڑے رہے یہاں تک کہ

لَمْ یَتَحَرَّکُوْا تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَلَمْ یَصِحْ لَھُمْ دِیْکٌ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ: نہ انہوں نے ساری رات کوئی حرکت کی اور نہ طلوع آفتاب تک ان کا کوئی مرغا چیخا

صبح حسب معمول اپنے اپنے کام کیلئے کسیاں، کدالیں، ٹوکرے وغیرہ لئے ہوئے باہر نکلے تو لشکر اسلام کو دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں اور محمد والخمیس یعنی محمد (ﷺ) لشکر لے کر آ گئے۔ کا شور مچاتے خوف و ہراس سے اپنے قلعوں میں بھاگ گئے۔

سپہ سالار اعظم ﷺ کی جنگی حکمت عملی حضور پرنور ﷺ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے رجیع کو لشکر اسلام کی قیام گاہ بنایا۔ یہ مقام غطفان اور خیبر کے درمیان تھا، اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا غطفان اب یہود خیبر کی مدد کو نہ آسکیں۔ پھر حضور ﷺ نے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر خیبر کے متعدد قلعوں میں سے ایک ایک قلعے پر ایک ایک دستہ متعین کر دیا تاکہ ہر قلعہ اپنے تک محدود رہے اور اس کے رہنے والے کسی دوسرے قلعے کی طرف مدد کیلئے نہ جاسکیں۔ بڑا لشکر اپنے ساتھ رکھا اور یوں ایک کے بعد دوسرا قلعہ فتح ہوتا گیا۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے محاصرے کے دوران حضور پرنور ﷺ نے جو ہدایات ارشاد فرمائیں وہ اسلام کے جنگی نقطہ نظر کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتی ہیں، فرمایا

دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے رہو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دشمن کے مقابلے میں تمہیں کس طرح آزمایا جائے گا لیکن جب دشمن سے مقابلہ کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دعا مانگو اے اللہ! ہمارا بھی تو ہی رب ہے اور ان کا بھی تو ہی رب ہے۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہی ان کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ یہ دعا مانگنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ، جب وہ تم پر حملہ کریں تو کھڑے

ہو جاؤ اور نعرہ تکبیر بلند کرو اور جنگ شروع کردو۔ (ضیاء النبی جلد ۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اعزاز حضور پرنور ﷺ کو درد شقیقہ تھا۔ پہلے دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا ہوا، مگر شدید جنگ کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ بارگاہ رحمۃ للعلمین ﷺ میں عرض کی گئی تو ارشاد ہوا

لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (بخاری و مسلم)

ترجمہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے نیز اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اگلے روز صبح کے وقت ہر آدمی ہر صحابی یہی امید رکھتا تھا کہ جھنڈا اسی کا دیا جائے گا۔ سو فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، ارشاد ہوا انہیں بلاؤ۔ وہ لائے گئے

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْهِ فَبَرَأَ حَتّٰی كَاَنْ لَّمْ یَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ

ترجمہ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن شریف لگایا سو وہ درست ہو گئے گویا کوئی تکلیف ہی نہ رہی۔

حضرت علی عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ان سے لڑوں یہاں تک کہ ہمارے جیسے ہو جائیں۔ فرمایا نرمی اختیار کرو یہاں تک کہ ان کے میدان میں اتر جاؤ۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر لازم ہیں، وہ انہیں بتاؤ خدا کی قسم تمہارے ذریعے اگر اللہ تعالیٰ نے ایک بھی آدمی کو ہدایت فرما دی تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں (اور تم انہیں صدقے میں دے دو) (بخاری و مسلم)

"مدارج النبوت میں شیخ محقق قدس سرہ نے دوسری روایات کی روشنی میں حضور پرنور ﷺ کے اگلے دن جھنڈا دینے کے اعلان میں یہ الفاظ بھی شامل تھے۔ (یعنی جسے جھنڈا دیا جائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محب و محبوب ہونے کے علاوہ)

رَجُلٌ كَرَّارٌ غَیْرُ فَرَّارٍ

یعنی دشمن پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا شخص ہوگا، جو بھاگنے والا نہیں ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امید و آرزو کا یہ عالم تھا کہ حضرت سعد بن وقاص کی روایت کے مطابق حضور پرنور ﷺ کے حضور دوزانو بیٹھ کر آگے کہ جھنڈا عطا ہو (گویا یہ توجہ حاصل کرنے کی ایک صورت تھی)۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے سوا کبھی امارت کو پسند نہ کیا۔ قریش کے کچھ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ اس شرف سے علی، مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مستحق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی آنکھ میں درد ہے اور وہ پاؤں کے سامنے کی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ اعلان سن لیا تھا، وہ بھی توکل و امید فضل کی بنا پر کہتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ

ترجمہ اے اللہ تو عطا فرمائے تو کوئی روکنے والا نہیں اور تو روکے تو کوئی عطا کرنے والا نہیں۔

حال یہ تھا کہ آپ حضور پرنور ﷺ کی مدینہ شریف سے روانگی کے وقت درد چشم کی بنا پر گھر ہی میں رہ گئے تھے مگر بعد میں جذبہ عشق نے گوارا نہ کیا کہ حضور پرنور ﷺ تو جہاد پر روانہ ہوں اور میں محروم رہوں۔ الغرض وہ خیبر اس رات کو خیبر پہنچے تو صبح سویرے حضور ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا ہیں تو یہیں مگر درد چشم کا یہ عالم ہے کہ پاؤں کے سامنے بھی نہیں دیکھ سکتے، فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ گئے ہاتھ پکڑ کر انہیں بارگاہ عرش پناہ میں لے آئے حضور پرنور ﷺ نے ان کا سر اپنے ران مبارک پر رکھا اور اپنا لعاب دہن شریف ان کی چشم مبارک میں ڈالا اور دعا فرمائی۔ چنانچہ اسی وقت شفائے کلی ایسی ملی کہ پھر انہیں عمر بھر بھی درد سر اور درد چشم کی شکایت نہ ہوئی۔ ایک روایت کے

مطابق یہ دعا بھی فرمائی اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ (یعنی الٰہی اس سے گرمی اور سردی دور فرما دے) اس کا اثر بھی عمر بھر رہا چنانچہ آپ گرمیوں میں روئی کا لباس اور سردیوں میں ہلکا پھلکا لباس پہنتے تھے۔

شیخ محقق قدس سرہ کی تحقیق کے مطابق قموص کا قلعہ قاموس کے پہاڑ ایک پتھر کے نیچے جب آپ نے جھنڈا گاڑا اس وقت ایک یہودی عالم نے قلعے کے اوپر سے پوچھا اے جھنڈے والے تو کون ہے اور کیا نام ہے ارشاد ہوا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ وہ یہودی اپنی قوم سے کہنے لگا تورات کی قسم تم شکست کھا جاؤ گے یہ شخص فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ ظاہر ہے اس نے حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا ذکر وصف تورات میں پڑھا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کتابوں میں حضور ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی تھا۔ لڑائی شروع ہوئی تو مرحب کا بھائی حارث آیا اسے جلد ہی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ نے دوزخ میں پہنچا دیا پھر مرحب آیا جو خیبر کا بے مثال بہادر تھا۔ اس نے دو زرہیں اور دو تلواریں حمائل کر کے اور سر پر دو عمامے باندھ کر پھر ان سب پر خود سے آراستہ ہو کر یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں کودا

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

ترجمہ: خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح ہوں بہادر تجربہ کار ہوں

(بخاری شریف میں رجز کا تیسرا مصرع بھی ہے اور وہ یوں ہے اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَھَّبُ۔ یعنی جب لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے تو میں بھی جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں)

اس کے مقابلے میں حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ بھی رجز پڑھتے ہوئے مگر دوران لڑائی میں اپنی ہی تلوار سے شہید ہو گئے (گویا حضور ﷺ کا فرمان پورا ہو گیا)

پھر جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رجز پڑھتے آئے۔

(ترجمہ: میں وہ ہوں کہ ... نام حیدر رکھا)

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ ضِرْغَامُ آجَامٍ وَلَیْثٌ قَسْوَرَہْ

مرحب نے آپ کے سر پر وار کرنا چاہا مگر آپ نے پہلے ہی اس ملعون غدار کے سر پر ذوالفقار اس زور سے ماری کہ خود و دستار سے گزرتی ہوئی حلق تک اور بروایت دیگر رانوں تک اور ایک اور روایت کے مطابق زین تک پہنچ گئی۔ اب دوسرے مجاہد بھی مل گئے اور سب نے مل کر سات بڑے بڑے یہودی سردار تہ تیغ کر دیے۔ باقی شکست کھا کر قلعے کی طرف بھاگ گئے۔ ایک یہودی کے وار سے مولا علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی اور دوسرا یہودی اسے اٹھا کر بھاگ گیا۔ آپ نے چھلانگ لگا کر خندق پار کی اور قلعے کے ایک آہنی دروازے کو اکھاڑ کر اپنی ڈھال بنا لیا اور جنگ میں مشغول ہو گئے۔ سیدنا امام باقر علی جدہ وعلیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے دروازہ اکھاڑنے کے لیے ہلایا تو تمام قلعہ ہل گیا حتیٰ کہ صفیہ بنت حیی ابن اخطب بھی چارپائی سے گر پڑیں اور ان کے چہرے پر زخم آ گیا۔ غالباً اس میں خصوصی مناسبت یہ تھی کہ وہ صداقت اسلام کو سمجھ جائیں۔ ممکن ہے اسی بنا پر انہیں بعد میں ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہو۔

مواہب میں ہے کہ جنگ کے بعد اس دروازے کو ستر آدمیوں نے مل کر بڑی مشکل سے ہٹایا۔

یہ ہے اسد اللہ الغالب حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شان شجاعت و بسالت۔ مجدد ملت اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ نے اسی کی روشنی میں بارگاہ مرتضوی میں فریاد و استمداد کی ہے چند چیدہ چیدہ اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مرتضیٰ شیر خدا، مرحب کشا، خیبر کشا سرورا لشکر کشا مشکل کشا امداد کن
سیفا، غیظا، زیغ و فتن را نافی پہلوان حق، امیر مطلق امداد کن
اے خدا را تیغ و اے اسلام احمد را سپر یا علی، یا بوالحسن، یا بوالعلی امداد کن

یا یداللہ، یا قوی ، یا زور بازوئے نبی
من زپا افتادم اے دست خدا امداد کن

اے ستے دررا سوئی خاک وجانت عرش پاک
بوتراب اے خاکیاں را پیشوا امداد کن

اے شب ہجرت بجائے مصطفیٰ بر رخت خواب
اے دم شدت فدائے مصطفیٰ امداد کن

اے عدوئے کفر ونصب ورفض وتفضیل وخروج
اے طلوع سنت و دین ہدیٰ امداد کن

شمع بزم و تیغ رزم و کوہ عزم وکان حزم!
اے کذا واے فزوں تر از کذا امداد کن

اہل نظر اس ذوق محبت، رنگ عقیدت، جوش بیان اور حسن زبان کو ملاحظہ کریں اور انصاف سے بتائیں جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شان میں جو مناقب آپ نے سے یا پڑھے ہیں، ان کی روشنی میں کیا اور بھی ایسی طاقت وفصاحت وبلاغت نظر آئی ہے۔ یہ ہے وہ حب اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، جو اہل سنت ہی کا خاصہ ہے۔ حکیم الامت حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے مثنوی اسرار خودی میں ایک طویل نظم لکھی ہے۔ جس کا عنوان ہے "در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ" تبرک کے طور پر اس کے بھی چند شعر ملاحظہ ہوں

مرد کشور گیر از کراری است
گوہرش را آبرو خودداری است

زیر پاش اینجا شکوہ خیبر است
دست او آنجا قسیم کوثر است

از خود آگاہی ید اللّٰہی کند
از ید اللّٰہی شہنشاہی کند!

ذات او دروازۂ شہر علوم
زیر فرمانش حجاز و چین و روم

کوئی کہاں تک بیان کرے۔ واللہ ہمیں ان فضائل سے بے حد خوشی ہے جو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے طفیل جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائے اور واللہ ہمارے نزدیک ان کی محبت علامت ایمان ہے۔ (جیسا کہ امام ربانی سیدنا مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است" یعنی اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے) ہم خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو اس لئے بھی مانتے ہیں کہ جناب مولائے کائنات سمیت اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے انہیں خلیفہ مانا اور امیر المومنین مانا۔ بعض لوگوں کی یہ عجیب حالت ہے کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر ان کے فیصلے کو مانتے بھی نہیں اور انہیں شیر خدا خیبر شکن مرحب فگن اور کرار وغیر فرار جانتے ہوئے ان کو معاذ اللہ تقیہ سے موسوم کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں جھوٹوں کی جھوٹی عقیدت سے بچائے اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی سچی محبت وغلامی سے نوازے۔ آمین۔

اب آیئے پھر ذکر خیبر کی طرف!

بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ: اب یہاں پھر حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے رشحات قلم کا ایک نورانی اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

"امام بیہقی نے حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہم سے مندرجہ ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔

اہل خیبر میں سے کسی یہودی کا ایک سیاہ فام غلام تھا جو اس کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے مالک کے قبیلہ والوں نے ہتھیار سجائے ہیں اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو اس نے ان سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے اسے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ ان یہودیوں کی زبان سے اس حبشی غلام نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر سنا۔ اس نے ریوڑ لیا اور چرانے کے لئے باہر لے گیا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور رسول کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنی بھیڑوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے گفتگو فرمائی۔ اس آدمی نے پوچھا، آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا

رسول ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کی عبادت نہ کرے۔ اس غلام نے پوچھا اگر میں یہ شہادت دے دوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اگر تو ایمان لے آیا تو تجھے جنت ملے گی۔ وہ غلام مسلمان ہو گیا اور عرض کی

کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے، جس کا چہرہ بدصورت ہے، جس سے بدبو اٹھ رہی ہے، میرے پاس کوئی مال بھی نہیں۔ اگر میں ان یہودیوں کے ساتھ جنگ کروں، اور قتل کر دیا جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک۔ اس نے پھر عرض کی، اے اللہ کے پیارے رسول! یہ بکریاں میرے پاس ان کے مالکوں کی امانت ہیں، میں ان کا کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو لشکر سے نکال کر لے جاؤ اور انہیں کنکریاں مار کر ان کے مالک کی طرف بھگا دو۔ اللہ تعالیٰ تیری امانت تیری طرف سے ادا فرمائے گا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ وہ بکریاں اکٹھی ہو کر بڑی تیزی سے اپنے مالکوں کی طرف چل پڑیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چرواہا انہیں ہانک کر لے جا رہا ہے۔ چنانچہ ہر بکری اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔ پھر وہ حبشی غلام میدان جنگ کی طرف گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کیا۔ اسے ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اسے ایک سجدہ کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ مسلمان اسے اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف لے گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اسے میرے خیمے میں لے جاؤ۔ چنانچہ اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خیمے میں داخل کر دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو خیمہ میں اس کے پاس گئے۔ ارشاد فرمایا

لَقَدْ حَسَّنَ اللّٰہُ وَجْھَکَ وَطَیَّبَ رِیْحَکَ وَکَثَّرَ مَالَکَ

ترجمہ: (اے حبشی غلام) تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت بنا دیا ہے، تیری بدبو کو خوشبو سے بدل دیا اور تیرے مال کو بڑھا دیا ہے۔

حضور نے فرمایا، میں نے دو حوروں کو دیکھا کہ اس کے چہرے پر لگی گرد و غبار کو جھاڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا ہے اور اس شخص کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا ہے۔ (ضیاء النبی، جلد: ۴)

ام المومنین رضی اللہ عنہا کی کہانی: جنگ کے بعد قیدی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو ان میں جناب زینب بھی تھیں جو یہودیوں کے بادشاہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ، ان کے دوسرے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ حضور ﷺ نے بندہ نوازی اور قدر شناسی کرتے ہوئے انہیں اپنے لیے منتخب فرما کر اختیار دے دیا کہ چاہیں تو آزاد ہو کر اپنے خاندانی رشتہ داروں کے پاس چلی جائیں یا اسلام قبول کر کے رحمت عالم ﷺ کی زوجیت سے مشرف ہوں۔ انہوں نے عرض کی اَخْتَارُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (یعنی اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں) حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت سے نوازا اور زینب کی بجائے صفیہ نام عطا فرمایا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک آنکھ سبز ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے کچھ پہلے ایک خواب میں دیکھا کہ آسمان کا چاند میری گود میں آ گرا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے پہلے خاوند کنانہ کو سنایا تو وہ غصے سے بے قابو ہو کر کہنے لگا

مَا ھٰذَا اِلَّا اَنَّکِ تَمَنَّیْنَ مَلِکَ الْحِجَازِ مُحَمَّدًا

ترجمہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ تو حجاز کے بادشاہ محمد (ﷺ) کی بیوی بننا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا اور ایک آنکھ سبز ہو گئی۔

تورات کے نسخے واپس: مسلمانوں کو مال غنیمت میں تورات کے متعدد نسخے ملے تھے۔ یہودیوں نے حضور ﷺ سے ان کی واپسی کی التجا کی تو رحمۃ للعالمین ﷺ کے حکم سے تمام نسخے بصد ادب و احترام واپس کر دیئے گئے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی اس عالی ظرفی کا اعتراف ڈاکٹر اسرائیل ولفنسن نے بھی تاریخ الیہود فی بلاد العرب میں بھی کیا ہے۔ اس نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے کہ رومیوں نے جب یروشلم پر قبضہ کر کے ان کی مقدس کتابوں کو اور نصاریٰ نے سپین میں یہودیوں کے خلاف ان کی کتابوں کو نذر آتش کیا۔

یہودی عورت کی سازش: فتح کے بعد حضور پرنور ﷺ یہودیوں کو اپنی رحمت و شفقت سے قریب کر کے ان کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اس

متا پران کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔ حارث کی بیٹی اور مرحب کی بہن زینب نے دعوت کی اور حضور ﷺ کی پسند کا گوشت معلوم کر کے بکری کے سارے گوشت خصوصاً بازو کے گوشت میں زیادہ زہر ملا دیا۔ حضور ﷺ نے ایک ٹکڑا چبانے کے بعد تھوک دیا اور فرمایا اِنَّ هٰذَا الْعَظْمَ لَيُخْبِرُنِيْ اَنَّهٗ مَسْمُوْمٌ (اس بازو نے مجھے خبر دی ہے کہ زہر آلودہ ہے) چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شریک طعام تھے۔ ان میں حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے ٹکڑا چبایا یہ محسوس کرنے کے باوجود کہ زہر آلودہ ہے، حضور ﷺ کے حضور تھوکنا خلاف ادب جانا اور کھا کر جان دے دی۔ عورت نے اعتراف کیا۔ کہ زہر اس لئے ملا دیا گیا تھا کہ نبی ہوں گے تو زہر خود انہیں بتا دے گا بادشاہ ہوں گے جان چھوٹ جائے گی۔ بہر حال حضرت بشر رضی اللہ عنہ کے قصاص میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

یعفور اور عقیدہ ختم نبوت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ابن حبان وابن عساکر حضرت ابو منظور اور ابو نعیم بوجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جب خیبر فتح ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا، اس سے کلام فرمایا، وہ جانور بھی تکلم میں آیا۔ ارشاد ہوا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کی یزید بن شہاب کا، اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے۔ كُلُّهُمْ لَا يَرْكَبُهُ اِلَّا نَبِيٌّ ان سب پر انبیاء سوار ہوئے۔ وَقَدْ كُنْتُ اَتَوَقَّعُكَ اَنْ تَرْكَبَنِيْ لَمْ يَبْقَ مِنْ نَسْلِ جَدِّيْ غَيْرِيْ وَلَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ غَيْرُكَ مجھے یہی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل سے میرے سوا اور انبیاء میں سوا حضور کے کوئی باقی نہیں۔ میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، اسے قصداً گرا دیا کرتا، وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا۔ جسے بلانا چاہتے، اسے بھیج دیتے۔ یہ جا کر سر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس ﷺ یاد فرماتے ہیں۔ جب حضور پر نور ﷺ نے انتقال فرمایا، وہ مفارقت کی تاب نہ لایا۔ ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ کے کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

قوم اچھی طرح پہچان لے

[redacted]

تحریک پاکستان کے زمانے میں کون اسلام سے مخلص تھے اور کون غدار تھے، اگر قوم بھول گئی ہو تو اب کالا باغ ڈیم کے بارے میں جو اختلافات رونما ہو گئے ہیں، ان کی روشنی میں وفاداروں اور غداروں کی پہچان پھر آسان ہو گئی ہے۔ خصوصیت سے مولوی فضل الرحمن (جمعیۃ العلمائے اسلام) قاضی حسین احمد (جماعت اسلامی) امین فہیم (پیپلز پارٹی) کے موقف کو اچھی طرح سے پیش نظر رکھ کر فیصلہ کریں۔ قوم نے وفاداروں اور غداروں میں امتیاز نہ کر کے ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے۔ ...... (ادارہ)

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی چند کرامات

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عمرو" اور لقب "ذوالنورین" (دو نور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کا خاندانی شجرہ "عبد مناف" پر رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس لئے آپ "صاحب الھجرتین" (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور نبی کرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اس لئے آپ کا لقب "ذوالنورین" ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہو گئیں تھیں، اس لئے حضور ﷺ نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرما دیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کے حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بارہ ذو الحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کر دیا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت "فسیکفیکھم اللہ" پر پڑے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء وغیرہ)

......کرامات......

زناکار آنکھیں: علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "طبقات" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر بد نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین نے نہایت ہی پرجلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے کہ یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات

ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد۲ ص ۸۶۲ بحوالہ ازالۃ الخفاء مقصد۲ ص ۲۲۷)

تبصرہ: قرآن مجید میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بد نما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے، اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصان خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست و نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا کہ زنا العینین النظر یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ اعلم!

ہاتھ میں کینسر: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام "جہجاہ غفاری" تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج۲ ص ۸۶۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲)

گستاخی کی سزا: حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سر زمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔" میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے" یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا اے شخص! میرا حال نہ پوچھ۔ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ "اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔" اے شخص! میں امیر المومنین کے پرجلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المومنین کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں۔ آپ دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد۲ ص ۲۲۷)

تبصرہ: مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزا

وار ہوجاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی مار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبانِ خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ الامان اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے (آمین)

خواب پانی پی کر سیراب: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند کا جانا بند کردیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے۔ میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار پرانوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! ظالموں نے پانی بند کرکے تمہیں پیاس سے بے قرار کردیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا میں اس کو پی کر سیراب ہوگیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آکر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہوکر یہ عرض کردیا کہ یارسول اللہ! آپ کے دربار پرانوار میں حاضر ہوکر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہوکر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ کو شہید کردیا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۱۸۲)

اپنے مدفن کی خبر: حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو "حش کوکب" کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہوکر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جاسکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کئے جاسکے جو کبار صحابہ کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ "حش کوکب" میں آپ سپرد خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں (ازالۃ الخفاء مقصد ۲/۲۲۷)

تبصرہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرمادیتا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں وفات پائیں گے؟ اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی؟ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتادیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پاکر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ: اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے وما تدری نفس بای ارض تموت (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا) لہٰذا اولیاء کرام کے یہ سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی نفس اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم عطا فرمادے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کہ کب؟ اور کہاں؟ ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتادینے سے خاصانِ خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی و ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا

علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء و اولیاء جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء خدا کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصد صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

شہادت کے بعد غیبی آواز: حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا۔ ابشر ابن عفان بروح وریحان ورب غیر غضبان ابشر ابن عفان بغفران ورضوان (یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور ناراض نہ ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سنا دو اور خدا کے غفران و رضوان کی بھی بشارت دے دو) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم: روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑبازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں کو دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کیلئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان و سکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ایک صحابی نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔

گستاخ درندہ کے منہ میں: منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کیلئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض و عناد رکھتا تھا، توہین و اہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لئے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور روتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ ۱۵۸)

تبصرہ: مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور دربار خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت و کرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اور آخری روایت تو ان گستاخوں کے لئے بہت ہی عبرت خیز و خوفناک نشان ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بدزبان ہو کر خلفاء ثلاثہ پر تبرابازی کیا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دور کے شیعوں کا مذموم و ناپاک طریقہ ہے۔

اہل سنت حضرات پر لازم ہے کہ ان کی مجالس میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھیں ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہونے کا خطرناک اندیشہ ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو اپنے قہر و غضب سے بچائے رکھے اور حضرات خلفاء کرام اور تمام صحابہ کرام کی محبت و عقیدت کی دولت عطا فرمائے۔ آمین!

ماہ عید قربان اور قربانی

علامہ محمد سعید احمد حسینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے۔ جس طرح ماہ ربیع، ماہ رجب اور رمضان المبارک کا اپنا ایک مقام ہے، یونہی ماہ ذی الحجہ کی اپنی ایک انفرادیت ہے۔ اسے بھی خصوصی خیر و برکت اور عظمت و حرمت سے نوازا گیا ہے۔

ذی الحجہ کا عشرہ اول۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کے دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کیا ان دنوں کے عمل کے برابر راہ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" البتہ اس شخص کی بزرگی کے برابر جس نے اپنا منہ خاک آلود کیا (یعنی شہید ہو گیا)

حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے عشرہ ذی الحجہ کی کسی رات میں عبادت کی، گویا اس نے سال بھر حج و عمرہ کرنے والوں کی سی عبادت کی۔ اور جس عشرہ ذی الحجہ کو روزہ رکھا "گویا اس نے پورے سال کی عبادت کی۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت سیدہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورہ و عشرہ ذی الحجہ اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور فجر کے پہلے کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) (نسائی شریف)

یوم عرفہ۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں۔

حضرت طارق بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ کی کتاب قرآن میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید مناتے۔ فرمایا کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم الخ۔ فرمایا میں اس دن اور اس مقام کو جس میں یہ نازل ہوئی تھی جانتا ہوں وہ مقام عرفات اور وہ دن جمعہ تھا اور یہ یوم عرفہ تھا۔ (بخاری و مسلم)

آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے بھی وہ دن روز عید تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا" آپ نے فرمایا "جس روز یہ نازل ہوئی تھی اس دن ہماری دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ (ترمذی و خازن)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے تو جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوتا ہے بخش دیا جاتا ہے۔ میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے یا اہل عرفات کے ساتھ مخصوص ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کیلئے ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

عرفہ کا روزہ و نماز۔ یوم عرفہ کا روزہ و نماز کا ثواب دیگر دنوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ پر گمان ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال

قتل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم و سنن ابی داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق عرفہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان چار رکعتیں اس طرح پڑھنا کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص پانچ بار پڑھی جائے تو اس کا بے شمار اجر و ثواب ہے۔

ایام تشریق تشریق کے معنی ہیں گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا ہے اسی لئے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک یہ پانچ دن ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر سے ۱۳ ذی الحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز باجماعت کے بعد تکبیر تشریق "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" ایک بار بلند آواز سے پڑھنا واجب اور تین بار افضل ہے

ان تکبیرات واجبہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بھی ہے اور اجر و ثواب کا باعث بھی۔ اور اگر کسی کی کوئی رکعت رہ گئی ہے تو اس کی بقایا نماز کے خیال سے ذکر بالجہر سے روکنے والے غلطی پر ہیں البتہ ذکر و کلمہ و تکبیرات بلند کرتے وقت اعتدال کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

شب عید الاضحیٰ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شب عید الفطر اور شب عید الاضحیٰ میں قیام کرے اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو پانچ راتوں میں جاگے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ شب ترویہ، شب عرفہ، شب عید قرباں، شب عید الفطر، شب برات

عید الاضحیٰ کی شب میں دو رکعت نماز منقول ہے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص، سورۃ فلق پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین تین بار آیۃ الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے، اس کے بعد دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے جو چاہے دعا کرے۔ (غنیۃ الطالبین)

قربانی قربانی اور اس کے متعلقات کا بیان قرآن کریم میں آٹھ سورتوں بقرہ، آل عمران، مائدہ، انعام، حج، صفت، فتح اور کوثر میں ہوا ہے اور یہ تقریباً چالیس آیات میں پھیلا ہوا ہے۔ قرآن کریم نے قربانی کے لئے سات الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ذبح، نحر، قربان، نسک، منسک، بدن اور هدی قربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فصل لربک وانحر

"پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو"

فضائل قربانی: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہذا اس کو خوشدلی سے کرو۔ (سنن ابی داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (ابن ماجہ)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خوشدلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب (روک) ہو جائے گی۔ (طبرانی)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا، جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اس کا ارادہ قربانی کرنے کا

ہے تو جب تک قربانی نہ کرلے بال اور ناخن نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ لوگوں نے عرض کی ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا ہر بال کے عوض نیکی ہے، عرض کی کہ اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں (طبرانی)

منکرین قربانی دور حاضر میں بے شمار فتنے سر اٹھا رہے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض "مجتہدین" کے نزدیک قربانی کے لئے مال خرچ کرنا اسراف ہے۔ انکے نزدیک قربانی کرنے کی بجائے اتنی رقم غریبوں اور مسکینوں میں خرچ کر دینی چاہیئے۔ یہ محض اسلامی شعار و عبادات کو ختم کرنے اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی ایک مذموم کوشش ہے، ورنہ غریبوں کے ان 'خیر خواہوں' نے کبھی خود اس پر عمل کر کے نہیں دکھایا۔

جب حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرما دیا کہ قربانی کے دن قربانی سے بہتر عمل کوئی نہیں اور یہ کہ اس دن روپیہ خرچ کرنے کا بہترین مصرف قربانی کے سوا کوئی اور نہیں تو فرمایئے اب کسی اور بات کی گنجائش ہی کہاں ہے اور کسی اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مقابلے میں اپنا قول پیش کرے۔

اس قسم کے لوگ اس حقیقت سے غافل ہو چکے ہیں کہ ایمان تو رب رحیم جل شانہ اور مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء کے احکام کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اعتراض کا محل تو ایسی چیز ہو جو انسان کے ذہن کی پیداوار ہو۔ یہاں تو عقل کا خالق قانون ساز ہے۔ اور اس عظیم خالق و قانون ساز کے حکم کی اطاعت کرنے اور کروانے والا پہلا شخص وہ نبی طیب دانا ہے جس کی اپنی عقل کا یہ حال ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے اکہتر کتابوں کو پڑھا تو سب میں مجھے یہی مضمون ملا کہ شروع دنیا سے قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو عقلیں عطا فرمائی ہیں اگر ان سب لوگوں کی عقلوں کے مجموعہ کا حضور انور ﷺ کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کے مجموعہ کو حضور علیہ السلام کی عقل مبارک سے وہی نسبت ہوگی جو ریت کے ایک ذرہ کو تمام دنیا کے ریگستانوں کے مقابلہ میں ہے"۔ (شفا شریف)

بات تو اتنی تھی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سراپا تسلیم و رضا بن جانے کی ادا رب تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے اس ادا کو دوام بخشنے کے لئے ملت ابراہیمی کے صاحب نصاب افراد پر سال میں ایک دفعہ قربانی واجب فرمائی۔ سرور عالم ﷺ کا متواتر عمل اسکے وجوب کی دلیل بنا۔ خود ہی سوچئے کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام کی ایک ادا کی، رب کائنات کو اتنی پسند آئی تو اپنے حبیب ﷺ کی تئیس بار اعادہ کی ہوئی ادا کتنی پسند آئی ہوگی۔

عاشقاں راچہ کار با تحقیق
ہر کجا نام اوست قربانیم

کے مصداق اتنا ہی کافی ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے اسے سرانجام دیا اور پسند فرمایا۔ وہ قربانی کے مالی فوائد یا نعوذ باللہ نقصانات دیکھنا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اسلئے کہ ان کا ایمان ہے کہ رب رسول کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تقریباً چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے، ہر دور میں دنیا کے ہر خطے کے مسلمانوں نے ہر سال قربانی کی ہے بلکہ اسکے اہتمام میں کبھی کبھی انہیں جانیں بھی قربان کرنا پڑ جایا کرتی تھیں۔ (ذرا قبل تقسیم انڈیا کے مسلمانوں سے یہ بات پوچھ کر

دیکھئے) پھر اس عرصہ میں بڑے بڑے صالحین' ادبا' علماء' محدثین' مفسرین' تابعین' خلفائے راشدین ہوئے' کسی نے حضور علیہ السلام کے ارشادات اور قرآنی احکامات قربانی کو چیلنج نہیں کیا۔ یقیناً دور حاضر کے منکرین قربانی سخت ترین گستاخ' سرکش اور شعائر و احکامات اسلامی کے منکر ہیں۔

نصاب قربانی: ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر جو مقیم و مالک نصاب ہو' قربانی واجب ہے۔ مالک نصاب ہونا یہ ہے کہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کا مالک ہو۔ مگر کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں مگر ہر ایک مقدار نصاب سے کم ہے لیکن دونوں کی قیمت کا حساب لگایا جائے تو ایک نصاب سونے یا چاندی کا پورا ہو جائے تو وہ شخص مالک نصاب ہوگا اور اس پر قربانی واجب ہوگی۔ قربانی کے مال پر سال گذرنا ضروری نہیں۔

قرضدار: کوئی شخص اگر صاحب نصاب ہے تاہم اس پر اتنا قرض ہے کہ بعد از ادائیگی صاحب نصاب نہ رہے گا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

وقت قربانی دسویں ذی الحجہ کو شہر میں کسی جگہ نماز عید الاضحیٰ ادا کیے جانے کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے جبکہ دیہات میں طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے۔ قربانی کا آخری وقت بارہ ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک ہے۔ کسی شہر میں اگر فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو وہاں دسویں کی طلوع فجر کے بعد قربانی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانور اونٹ' گائے' بھینس' بکری' بھیڑ اور دنبہ کی قربانی جائز ہے۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ گائے بھینس دو سال کی اور بکری ایک سال کی۔ ان جانوروں کی عمر اس سے کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔ البتہ دنبہ و بھیڑ کی عمر ایک سال ہونا ضروری نہیں' یہاں تک کہ چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ خصی و غیر خصی' مادہ و نر دونوں جائز ہیں۔

جانوروں کے عیب: قربانی خوشدلی سے کرنی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں جانور کا انتخاب خوب دیکھ بھال کے کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ جانور اگر زیادہ عیب والا ہوگا تو قربانی ادا ہی نہ ہوگی جبکہ تھوڑا عیب ہو تو اگرچہ قربانی ہو جاتی ہے تاہم مکروہ ہوگی۔ (یاد رہے کہ عیب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب چیز کی قیمت تاجروں کی نظر میں کم ہو جائے)

زیادہ عیب والے جانور یہ ہیں۔

۱۔ جس کا کان' دم یا چکی ایک تہائی سے زیادہ کٹے ہوں۔

۲۔ جو اندھا ہو یا ایسا کانا ہو کہ جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

۳۔ ایسا لنگڑا جانور جو چل پھر نہ سکے۔

۴۔ اتنا لاغر جانور کہ اس کی ہڈی میں مغز نہ رہا ہو۔

۵۔ اس قدر جنون والا جانور کہ چرنا بھی چھوڑ دے۔

۶۔ وہ جانور جس کا سینگ اندر سے ایک تہائی سے زیادہ ٹوٹ جائے۔ باہر کا خول اترنے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔

۷۔ جس کے تھن دو میں سے ایک یا چار میں سے دو کٹ چکے ہوں یا خشک ہو چکے ہوں۔

۸۔ جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں پائی جائیں۔

۹۔ محض غلاظت کھانے والا جانور بھی قربان نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۔ اتنا بیمار جانور کہ اس کی بیماری ظاہر ہو۔

۱۱۔ جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو۔

۱۲۔ جسکی ناک کٹی ہو۔

۱۳۔ جس کے دانت جھڑ گئے ہوں۔

۱۴۔ وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن' انکی قربانی نہیں ہو سکتی۔

متفرق مسائل:

۱۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں لیکن نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔

۲۔ جس شخص نے قربانی کرنی ہو تو عید کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی

تک نجاست نہ ہونے پائے۔

۳۔ قربانی کے جانور سے دودھ نکالنا جائز نہیں۔ اگر دودھ دوہ لیا تو صدقہ کر دے۔ اسی طرح اون بھی اگر اتار لی تو صدقہ کر دے۔

۴۔ جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے زیادہ ہو تو وہ شخص مالک نصاب ہے اور پر قربانی واجب ہے البتہ زکوٰۃ نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر ہے اور زکوٰۃ و عشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

۵۔ قربانی کا گوشت کافر کو دینا شرعاً جائز نہیں اور کسی نے دے دیا تو گنہگار ہے توبہ کرے البتہ قربانی ہو جائے گی یعنی کافر کو گوشت دینے کے سبب قربانی کا اعادہ کرنا واجب نہیں۔

۶۔ قربانی کے جانور کی عمر متعینہ عمر سے ایک دن بھی کم ہے تو اسکی قربانی جائز نہیں۔

۷۔ بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے اگر داغنے سے مراد لوہے سے داغنا ہے اور اگر داغ لگانے سے مراد کاٹنا ہے تو اگر کان یا دم تہائی سے زیادہ کاٹی تو اسکی قربانی ناجائز ہے اور تہائی سے کم کاٹا تو اسکی قربانی جائز ہے۔

۹۔ بڑے جانور (جن میں سات حصے ہوتے ہیں) میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہونا جائز ہے۔

۱۰۔ قربانی کے بڑے جانور کو ایک شخص کے نام کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جسکی وجہ سے عیب پیدا ہو گیا۔ عیب معتبر نہیں یعنی قربانی ہو جائے گی۔

۱۲۔ گائے کے شرکاء میں سے ایک کافر ہے یا ان میں سے ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوگی

۱۳۔ ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کر لیا جائے اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے تمام اعضاء سے روح نہ نکل جائے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں۔

۱۴۔ قربانی کا جانور مسلمان سے ذبح کرائیں۔ مجوسی یا مشرک سے کرایا تو قربانی نہیں ہوئی بلکہ یہ جانور حرام و مردار ہے اور کتابی سے ذبح کرایا تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔

۱۵۔ قربانی کا چمڑا، جھول، رسی اور گلے کا ہار ان سب کو صدقہ کر دے

۱۶۔ قربانی کے جانور پر سوار ہونا، کوئی چیز لادنا، اجرت پر دینا غرضیکہ اس سے منافع حاصل کرنا منع ہے۔

۱۷۔ ایک شخص فقیر تھا مگر قربانی کر ڈالی۔ اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو اس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے۔

۱۸۔ بالغ لڑکوں یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر اجازت اگر کر دی تو انکی طرف سے واجب ادا نہ ہوا۔

۱۹۔ ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر ایام قربانی گذر گئے اور وہ قربانی نہیں کر سکا تو اگر وہ شخص جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔

۲۰۔ جس شخص نے اپنے ماں باپ کے نام سے قربانی کی تو اگر چہ وہ قربانی صحیح ہو جائے گی، لیکن اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو اس پر اپنے نام سے بھی قربانی واجب ہے۔

۲۱۔ اگر کوئی شخص قربانی کرنا چاہتا ہے اور ایک قربانی کسی بزرگ کی [illegible] سے بھی کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے [illegible] ہے بلکہ بہتر ہے۔ لیکن اگر اس بزرگ نے اس شخص کو وصیت قربانی کی ہے تو اس صورت میں خود اسکے گوشت سے کچھ نہ کھائے بلکہ کل صدقہ کر دے۔

کیا صاحب خانہ پر ہی قربانی واجب ہے؟

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ گھر بھر کے لئے ایک ہی قربانی کافی ہے اور یہ سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ حالانکہ صاحب خانہ کی بیوی یا بہو بقدر نصاب زیورات کی خود مالک ہے اور اگر چہ کوئی نقد رقم یا دوسرا مال نہیں جس سے وہ قربانی کا جانور خرید سکے مگر بھی

اس پر قربانی واجب ہے۔ اسلئے کہ زیورات ضرورت کی چیز نہیں۔ یونہی ایک گھر میں کئی مالک نصاب ہیں تو ہر ایک پر قربانی واجب ہوگی

قربانی کے حصے: صحابہ کرام علیہم الرضوان اور علمائے ملت سلامیہ کی اکثریت کے مطابق اونٹ' گائے' بھینس میں سات حصے دار شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ بھیڑ بکری دنبہ وغیرہ میں ایک۔ بعض اونٹ میں دس حصے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ جس روایت کو وہ پیش کرتے ہیں وہ دوران سفر نفلی قربانی کا واقعہ ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر کئی حضرات نے مل کر نفلی قربانی کے طور پر ایک بکری ذبح کی یا ایک شخص نے نفلی صدقے کے طور پر ایک مرغی ذبح کی تو کیا بکری میں ایک سے زائد حصہ داروں کی شمولیت اور یونہی مرغی کی قربانی کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ ہرگز نہیں کہ یہ نفلی قربانیاں تھیں۔ واجب کا حکم وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔

تقسیم گوشت: تقسیم گوشت کے سلسلے میں مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک غرباء دوسرا عزیز رشتہ داروں اور تیسرا اپنے لئے رکھ جائے۔ لیکن یہ واجب نہیں ہے۔ قربانی میں ادائے واجب محض جانور ذبح کرنے سے ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ارشاد عالیشان ہے کہ قربانی کے جانور کے ذبح سے اس کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے قربانی مقام قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ لہذا گوشت وغیرہ کی تقسیم نفلی صدقہ ہے دردیگر نفلی صدقات کی طرح اسے اپنے گھر والوں کے کام میں لائے تو قربانی نہ جائز نہ ہوگی۔ بلکہ اہل وعیال زیادہ ہیں ور گوشت محض ان کو ہی کفایت کرے گا تو بہتر یہی ہے کہ کل گوشت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ چھوڑے۔ یاد رہے کہ گوشت امیر' غریب' سید غیر سید غرضیکہ ہر مسلم کو دیا جا سکتا ہے۔

گوشت جمع رکھنا: ابتداء میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا منع تھا کیونکہ صاحب استطاعت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ اور انہیں عید کی خوشیوں میں شامل کرنا مقصود تھا۔ تاہم بعد میں جب مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہوگئی تو اس پابندی کو ختم کر دیا گیا۔ لہذا اب اگر کوئی زیادہ دن قربانی کا گوشت رکھنا چاہے تو کوئی پابندی نہیں۔

قربانی کی کھالیں: قربانی کی کھالیں استعمال کرنے یا دینے پر کوئی پابندی نہیں لیکن چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ کھال فروخت کرکے رقم اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا۔

۲۔ اگر کھال فروخت کر دی تو رقم صدقہ کر دے۔ نیز یہ صدقہ اپنی ذات یا بال بچوں پر نہیں ہو سکتا۔

۳۔ کھال کا جائے نماز' مشکیزہ' تکیہ' بستر' لباس' دسترخوان' ڈول بنانا اور یونہی کسی دیگر ذاتی کام میں استعمال کرنا جائز ہے۔

۴۔ کھال مسجد یا مدرسہ کو بھی دے سکتا ہے۔

۵۔ امام مسجد کو نہیں دے سکتا لیکن اگر وہ نادار و مستحق ہے تو دے سکتا ہے۔

۶۔ کھالیں قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے خواہ انکے منتظمین کو دے کہ وہ بیچ کر ان کی تعمیر پر صرف کریں یا ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر انکی قیمت دیں یہ بھی جائز ہے۔

۷۔ اگر اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا' پھر معلوم ہوا کہ یہ رقم اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا تو اس کو براہ راست مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔ البتہ مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے خود فروخت کرکے پیسہ تعمیر مسجد میں لگا سکتا ہے۔

۸۔ کھالیں گوشت قصاب کو ذبح کرنے یا گوشت بنانے کی اجرت کے طور پر نہیں دے سکتا۔

۹۔ قربانی کی کھال ہر مسلمان کو دینا جائز ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر

مکروہات: حلال جانوروں کے گوشت میں سے گردے کپورے اور اوجھڑی کھانا مکروہ ہے بلکہ بعض بزرگ علماء کرام نے ان کا کھانا حرام بھی لکھا ہے لہذا ان کو کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں' اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں۔

☆ ☆ ☆

ایسا بھی ہوتا ہے

محمد طاہر عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ نوکری کی تلاش میں اس طرح پھر رہا تھا جیسے ابن بطوطہ سیاحت کے شوق میں۔ پاکستان میں شاید ہی کوئی محکمہ ایسا ہو جہاں اس نے نوکری کے لئے درخواست نہ دی ہو۔ اس نے نوکری کے لئے جو درخواستیں دی تھیں اگر ان درخواستوں کو اکٹھا کیا جاتا اور ان کا وزن کیا جاتا تو درخواستوں کا مجموعی وزن اس کے اپنے وزن سے زیادہ ہوتا۔ نوکری کی تلاش میں اس کے جوتے اور دماغ دونوں گھس چکے تھے اور اس کی سوچ بٹ چکی تھی۔ جہاں نوکری کا اشتہار آتا وہ نوکری کے پیچھے یوں بھاگتا جیسے بلی چوہے کے پیچھے بھاگتی ہے لیکن بیشتر نوکری کا چوہا اسے جل دے کر بھاگ جاتا۔ نوکری کی قلیم پری تک پہنچنے کے لئے اس کے پاس رشوت اور سفارش کے طلسماتی چراغ نہیں تھے۔ وہ نوکری کی درخواست دینے کے بعد نوکری کا انتظار یوں کرتا جیسے کوئی محب اپنے محبوب کا انتظار کرتا ہے۔ نوکری کے انگور اونچے ہونے کے باوجود وہ لومڑی کی طرح انگوروں پر جھپٹتا رہا لیکن بار بار کی ناکامی کے باوجود اس نے کبھی بھی انگوروں کو کھٹا نہ کہا۔ ایک دن اس نے اخبار میں اشتہار پڑھا کہ واپڈا میں اسسٹنٹ کی آسامیاں خالی ہیں۔ اس نے جھٹ درخواست لکھی اور درخواست دینے کے لئے چل پڑا۔ راستے میں اسے اس کا بے تکلف دوست مقبول ملا جو اس کا کلاس فیلو بھی تھا اور ایک بینک میں ملازم تھا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ "منیر حسین کہاں جا رہے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "نوکری کے لئے واپڈا میں درخواست دینے جا رہا ہوں"۔ اس کے دوست مقبول نے بھی اخبار میں وہ اشتہار پڑھا تھا۔ اس نے اس سے کہا کہ "درخواست دینے کے بعد شام کو میرے پاس گھر آنا۔ میں نے تم سے ایک انتہائی ضروری بات کرنی ہے"۔ وہ شام کو مقبول کے گھر پہنچ گیا۔ مقبول نے اسے کہا کہ "تمہیں میری طرف سے پیشگی مبارک ہو کہ تمہیں نوکری مل چکی ہے"۔

"کیسے؟" منیر حسین نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا"۔ مقبول نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

مقبول نے پھر چیلنج کے انداز میں زور دے کہا "اگر تمہیں نوکری نہ ملی تو میرا گریبان اور تمہارا ہاتھ ہوگا"۔ اس کے ساتھ ہی مقبول اپنے ڈرائنگ روم سے اٹھا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں مٹھائی کی پلیٹ تھی۔ اس نے منیر حسین سے کہا کہ "میری طرف سے ابھی منہ میٹھا کر لو"۔ منیر حسین اس سے حیرت سے پوچھتا رہ گیا لیکن مقبول نے نہ بتایا۔ وہ صرف یہ کہتا رہا کہ "ایک بہت بڑا راز ہے اور میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ ہاں جس دن تمہارا انٹرویو ہوگا اس سے ایک دن قبل شام کو تم میرے پاس ضرور آنا۔ میں تمہیں ساری بات بالتفصیل بتا دوں گا"۔ اس کے بعد مقبول نے اسے زبردستی مٹھائی کھلا دی۔ مٹھائی کی لذت اور خوشبو اس کے دل میں اتر اتر کر اسے بتا رہی تھی کہ "تمہاری نوکری پکی ہو چکی۔ اب تم گھوڑے بیچ کر سو جاؤ"۔

اس بات کو تھوڑے ہی دن بیتے تھے کہ اسے انٹرویو کے لئے کال آ گئی اور وہ انٹرویو کی تاریخ کا یوں انتظار کرنے لگا جیسے ماں سکول سے لیٹ ہوئے بچے کا انتظار کرتی ہے۔ خدا خدا کر کے وہ دن آیا جس کی صبح اس کا انٹرویو تھا۔ وہ شام کو اپنے دوست مقبول کے گھر اس تیزی سے پہنچا جیسے وہ F-16 ہو۔ اس نے مقبول کے گھر کی گھنٹی بجائی۔ مقبول مسکراتا ہوا باہر آیا اور اسے سینے سے لگا لیا۔ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ مقبول نے اس سے کہا:

"میرے پیارے دوست! میری گفتگو اس خاموشی سے سنو جس طرح رات کا سناٹا ستاروں کی کہانی کو سنتا ہے اور میری گفتگو کا ایک ایک جملہ اپنے ذہن میں محفوظ کرتے جاؤ۔ کل جہاں تمہیں انٹرویو کے لئے جانا ہے وہاں کا ڈائریکٹر جس نے آدمی بھرتی کرنے ہیں وہ قادیانی ہے۔ اس کا رنگ سیاہی مائل اور چہرے کے نقوش اس اس طرح کے ہیں۔ جب تم انٹرویو کے کمرے میں داخل ہونا تو سب سے پہلے میری بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق اس ڈائریکٹر کو پہچان لینا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک خوبصورت مسکراہٹ اس ڈائریکٹر کی طرف پھینکنا تا کہ وہ تمہاری جانب متوجہ ہو سکے۔ قادیانیوں کی ایک مخصوص نشانی ان کی ایک مخصوص انگوٹھی ہوتی ہے جس پر "الیس اللہ بکاف عبدہ" لکھا ہوتا ہے۔ تم وہ انگوٹھی ہاتھ میں پہن کر جانا۔ جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو تو جتنے سوالوں کے جواب آتے ہوں دیتے جانا لیکن اپنی انگوٹھی ڈائریکٹر کے سامنے کر کے انگوٹھی کو گھماتے رہنا۔ انٹرویو کے بعد جب وہاں سے اٹھو گے تو پھر ایک لطیف سی مسکراہٹ ڈائریکٹر کی طرف پھینکنا۔ بس تمہاری نوکری پکی"۔

"لیکن یار مقبول! میں یہ انگوٹھی کہاں سے لاؤں؟" منیر حسین نے پوچھا۔

"تو پیارے یہ کام بھی میں کر آیا ہوں"۔ مقبول نے انگوٹھی جیب سے نکال کر منیر حسین کو دکھاتے ہوئے کہا۔ منیر حسین بہت خوش ہوا اور وہ مقبول کا زبردست شکریہ ادا کرتے ہوئے گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اندر سے دروازہ بند کر کے آئینہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنے عمل کی ریہرسل کرنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے آئینہ میں دیکھتے ہوئے ایک مسکراہٹ پھینکی۔ گویا ڈائریکٹر آئینہ میں بیٹھا ہے۔ پھر وہ تصور میں ڈائریکٹر کے سامنے بیٹھا سوال و جواب کے ساتھ انگوٹھی گھمانے کی مشق کرتا رہا۔ کبھی وہ انٹرویو والے کمرے میں داخل ہونے کی ریہرسل کرتا کبھی کمرے سے باہر نکلنے کی۔ کبھی مسکرانے کی اور کبھی انگوٹھی گھمانے کی اور پھر سارے کام کرنے کے بعد وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتا۔

آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ اس نے خوبصورت کپڑے پہنے اور انٹرویو کے لئے روانہ ہو گیا۔ دفتر میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہاں سینکڑوں امیدواروں کا اژدھام تھا۔ امیدواروں کا اتنا بڑا مجمع دیکھ کر وہ مایوس ہو گیا لیکن انگوٹھی کو دیکھ کر مسکرا پڑا۔ انٹرویو شروع ہوا تو وہ اپنی باری کا یوں انتظار کرنے لگا

جیسے ڈاکٹر کے کمرے سے باہر لائن میں لگے مریض اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں۔
جب اس کی باری آئی تو اس کا نام پکارا گیا۔۔۔ وہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سیدھی اس کی نظر ڈائریکٹر پر پڑی جسے اس نے مقبول کی بتائی ہوئی نشانیوں کی مدد سے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ ڈائریکٹر کے ساتھ انٹرویو پینل میں دوسرے بھی افسران بیٹھے تھے۔ اس نے جاتے ہی ڈائریکٹر کی طرف ایک خوبصورت سی مسکراہٹ چھینکی۔ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جواب دینے سے قبل اس نے اپنا ہاتھ ڈائریکٹر کے عین سامنے رکھا اور ہاتھ کی انگلی ڈائریکٹر کے عین سامنے رکھتے ہوئے انگوٹھی کو گھمانا شروع کر دیا۔ ڈائریکٹر بار بار ترچھی نگاہوں سے انگوٹھی کو دیکھ رہا تھا۔ انٹرویو پینل میں شامل افسران میں سے ڈائریکٹر نے اس سے سب سے آسان سوال پوچھے۔ جب وہ سوال و جواب کی نشست سے فارغ ہو چکا تو باہر جاتے ہوئے اس نے ڈائریکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ جواباً ڈائریکٹر کی طرف سے بھی مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا تو اندر سینے میں بیٹھا دل پکار رہا تھا کہ "چل میاں منیر حسین تیرا کام بنا ہوا"۔ وہ از حد خوش تھا کہ وہ اپنی مہم میں کامیاب رہا ہے اور اس نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ روزانہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہو کر ڈاکیے کا یوں انتظار کرتا جیسے مجنوں لیلیٰ کا انتظار کیا کرتا تھا۔ ایک سہ پہر ڈاکیا آیا اور خط پھینک کے چلا گیا لیکن وہ تو اس وقت خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ ڈاکیے کے آنے کا وقت گزر چکا ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے سوچا کہ چلو باہر دیکھ ہی لیتے ہیں۔ جونہی وہ باہر نکلنے لگا تو باہر والے دروازے کے پیچھے اس کو ایک لفافہ پڑا نظر آیا۔ وہ چیتے کی پھرتی سے لفافے پر جھپٹا۔ جب لفافہ کھولا تو خوشی سے اس کا دل دھک دھک کا میوزک بجانے لگا اور اس کی آنکھوں کی پتلیاں بریک ڈانس کرنے لگیں۔ وہ اسسٹنٹ بھرتی ہو چکا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا اس لئے وہ بار بار لیٹر کو پڑھ رہا تھا۔

منیر حسین خوشی سے دوستوں اور محلے داروں میں مٹھائی تقسیم کر رہا تھا۔ محلے دار بھی حیران تھے کہ یہ فرہاد کیسے جوئے شیر لے آیا؟ مٹھائی بانٹنے کے بعد وہ بھاگم بھاگ اپنے دوست مقبول کے گھر گیا اور جاتے ہی اس کے گلے کا ہار بن گیا۔ دونوں نے کامیابی پر جی بھر کے قہقہے لگائے۔ اگلے دن منیر حسین اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ اس کی کرسی میز اس کا انتظار کر رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ انتظار کی گھڑیوں کا خاتمہ کر کے کرسی پر جلوہ افروز تھا۔ جس دن وہ نوکری پر حاضر ہوا یہ سال کا پہلا مہینہ تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ تھی اور اس کا دفتر میں پہلا دن تھا۔ وہ ان اتفاقات پر بڑا حیران اور خوش تھا۔ جلد ہی وہ دفتر کے ماحول میں رچ بس گیا۔ ہنس مکھ اور مزاحیہ طبیعت ہونے کی وجہ سے چند دنوں میں دفتر میں اس کے سینکڑوں دوست بن چکے تھے۔

مہینے کے بعد جو پہلی تاریخ آئی تو وہ بہت پر مسرت تھا کہ آج اسے تنخواہ ملنی ہے۔ تقریباً بارہ بجے اس نے تنخواہ وصول کی اور نوٹوں کو اچھی طرح گن کے اس حفاظت سے شلوار کی اندر والی جیب میں رکھ لیا جیسے کوئی مصور اپنے شہپاروں کی حفاظت کرتا ہے۔ گھڑی نے ٹن کر کے ایک بجایا ہی تھا کہ مذکورہ بالا ڈائریکٹر کا چپڑاسی اس کے پاس آیا اور اسے کہا کہ آپ کو صاحب یاد کر رہے ہیں۔ اس نے اپنا لباس درست کیا، بالوں میں کنگھا کیا اور ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے ڈائریکٹر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ جواب میں ڈائریکٹر بھی خوب مسکرایا۔ ڈائریکٹر اپنی سیٹ سے اٹھا اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے سینے سے لگا لیا اور پھر اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ جھٹ کرسی پر براجمان ہو گیا۔ "نوکری کی مبارک ہو"۔ ڈائریکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب یہ کچھ آپ کی بدولت ہوا ہے" منیر حسین نے جواب دیا۔ "پہلی تنخواہ مبارک ہو"۔ "آپ ہی تمام مبارکبادوں کے مستحق ہیں"۔ "دفتر میں دل لگ گیا؟" "جی ہاں اب بہت اچھے لوگ ہیں"۔ پھر ڈائریکٹر نے کہا:

"میں نے آپ کا تعارف اس دفتر میں تعینات اپنی جماعت کے لوگوں سے کرانا تھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے نہ کروا سکا۔ ہم جماعت کے تمام لوگ مہینے میں ایک دن کسی دوست کے گھر اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک زبردست میٹنگ کرتے ہیں جس میں دفتر کی صورت حال پر تفصیلی غور کیا جاتا ہے۔ آپ کو بھی آئندہ میٹنگ میں ضرور بلائیں گے۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ اس دفتر میں ملازم اپنی جماعت کا ہر فرد اپنی تنخواہ کا ایک حصہ نکال کے بطور چندہ برائے جماعت مجھے دیتا ہے اور میں وہ ساری رقم اکٹھی کر کے ربوہ بھیج دیتا ہوں۔ خلیفہ صاحب میری کارکردگی سے بہت خوش ہیں اور میرے پاس ان کے تعریفی خطوط موجود ہیں"۔

پھر ڈائریکٹر نے مسکراتے ہوئے منیر حسین سے کہا:

"لائیے آپ بھی حضرت مسیح موعود کی جماعت کے لئے اپنا چندہ دیجئے"۔

"کون سے حضرت مسیح موعود؟" منیر حسین نے پوچھا۔

"بھئی حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب"۔ ڈائریکٹر نے کہا

"ہم اس جھوٹے نبی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ "کیا کہا آپ نے!" "درست کہا میں نے"۔ "کیا آپ ہوش میں ہیں؟" "جی ہاں! میں ہوش میں ہوں اور ایمان کی بہترین حالت میں ہوں"۔ "کیا آپ قادیانی نہیں ہیں؟"

"میں قادیانیوں پر لعنت بھیجتا ہوں"۔ "تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے"۔

"تم نے اللہ رسول ﷺ قرآن اور ملت اسلامیہ کے ساتھ دھوکا کیا ہے"۔ "میں ابھی تمہارا بندوبست کرتا ہوں"۔ "تم میرا بندوبست کیا کرو گے۔ اب تمہارا بندوبست میں کروں گا"۔ جوش میں آیا ہوا منیر حسین اپنی گرجدار آواز میں کہنے لگا

"میں اس ادارے میں تمہاری سازشوں کو طشت ازبام کروں گا۔۔۔ تمہارے چہروں کو بے نقاب کروں گا۔۔۔ تمہارے پوشیدہ جرائم کو ننگا کروں گا۔۔۔ اس ادارے میں پھیلائے ہوئے جال کے ایک ایک دھاگے کو توڑ دوں گا۔۔۔ یہ ملک ہمارا ہے۔۔۔ اسے ہمارے اسلاف نے آگ و خون کا سمندر عبور کر کے حاصل کیا تھا۔۔۔ اس کی فضاؤں میں ہمارے شہیدوں کے خون کی خوشبو رچی بسی ہے۔۔۔ یہ ملک ہمارے آقا جناب محمد عربی ﷺ کے نام پر بنا تھا۔۔۔ اس ملک کے ہم وارث ہیں۔۔۔ اس کے سارے وسائل ہمارے لئے ہیں۔۔۔ تم ملت اسلامیہ کے غدار ہو۔۔۔ تم انگریزوں کے ٹاؤٹ ہو۔۔۔ تم امریکہ کے جاسوس ہو۔۔۔ تم بھارت کے کارندے ہو۔۔۔ تم اسرائیل کے ایجنٹ ہو۔۔۔ تم برطانیہ کی پیداوار ہو۔۔۔ تم نے ایک گھناؤنی سازش کے تحت اس ملک کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کیا۔۔۔ اس کے بعد اپنی قوم کے رذیل افراد کو مختلف اداروں میں بھرتے رہے اور پھر پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتے رہے۔۔۔ میں اس دفتر میں تمہاری آنکھوں میں کانٹا اور دل میں انگارہ بن کے رہوں گا"۔

پھر منیر حسین غصہ میں بولتا ہوا جوتے تڑاخ تڑاخ زمین پر مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور ڈائریکٹر یوں محسوس کر رہا تھا کہ یہ جوتے تڑاخ تڑاخ اس کے سر پر پڑ رہے ہیں۔۔۔!!!

☆...☆...☆

افسوس!

آفتاب ولائیت غروب ہوگیا

یہ بات از حد حسرت انگیز والمناک ہے کہ آج 20 ذی قعد بمطابق 28 دسمبر 2005ء کو مخزنِ اسرارِ ابدیت، پیکرِ عشقِ رسالت، آفتابِ ولائیت، تاجدار طریقت، پیکرِ انوارِ لاثانی، جگر گوشہ نقشِ لاثانی اعلیٰ حضرت پیر سید اسماعیل شاہ صاحب عرف کاکا جی۔ سجادہ نشین دربارِ لاثانی علی پور سیداں شریف، دنیا فانی سے انتقال فرما گئے ہیں۔

انا للہ وانا علیہ راجعون○

قارئین کرام جس وقت یہ المناک خبر ملی اس وقت رسالہ پریس میں تھا۔
اس لیے تفصیل اگلے شمارے میں دیکھیں۔

Monthly
Mujallah
AL-HAQIQA
January 2006
Reg. No. C.P.L 590

حضور مفکر اسلام کی شہرہ آفاق تصانیف



شائع ہو گئی ہے

میلاد شریف بعض روایات

انوار لاثانی

حضور ﷺ کے والدین

نغمات میلاد

شاہ ابرار زندہ و مختار

ہمارا نبی ﷺ

سورج الٹے پاؤں پلٹے

آؤ میلاد منائیں

مجددیت و قیومیت

اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

حضرت امام حسین کی حقانیت

اسلام کا پہلا عقیدۂ توحید

اسلام کا دوسرا عقیدۂ رسالت

حضور نقش لاثانی زندگی تا حال

سیرت حضور نقش لاثانی

سیرت نبوی کا پیغام
عصر حاضر کے نام